قال اللہ سبحانہ وتعالیٰ۔ وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ وکان اللہ عزیزاً حکیماً ○

ترجمہ۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور یقیناً انہوں نے مسیح علیہ السلام کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو اپنی طرف اُٹھا لیا اور اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے

شمس الہدایہ

فی اثبات

حیاتِ المسیح علیہ السلام

تصنیفِ لطیف

زبدۃ المحققین رئیس العارفین مولانا حضرت خواجہ سید پیر مہر علی شاہ صاحب گیلانی قدس سرہ

حسبِ ایماء

معدنِ صدق وصفا مخزنِ حلم وحیا سیدنا حضرت پیر غلام محی الدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

○

باہتمام

حضرت سید پیر غلام معین الدین شاہ صاحب و حضرت شاہ عبد الحق شاہ صاحب سلمہما اللہ تعالیٰ

○

جملہ حقوق بحقِ مؤلف محفوظ ہیں

○

بارِ سوم

مقامِ اشاعت ———— گولڑا شریف، ضلع راولپنڈی

تاریخِ اشاعت ———— صفر المظفر سنہ ۱۴۰۶ھ، اکتوبر سنہ ۱۹۸۵ء

○

خطاطی ———— خوشی محمد ناصر قادری خوش نویس خوش رقم جالندھری

———— تلمیذ پروین رقم، ۳۰۔ ایس ۱۵۔ بنک کالونی سمن آباد لاہور ۲۵

○

مطبوعہ ———— پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز، جی۔ٹی روڈ، باغبان پورہ لاہور

ہدیہ ————

○

دی گئی۔ اِس کھلے چیلنج کو سب سے پہلے حضرت مؤلفؒ نے قبول کرتے ہُوئے اپنی طرف سے ۲۵ جولائی ۱۹۰۰ء کو اِشتہار شائع کردیا اور حسبِ وعدہ ۲۵ اگست ۱۹۰۰ء کو لاہور تشریف لے گئے لیکن مرزا صاحب میدانِ مناظرہ میں آنے کی جرأت نہ کرسکے جس سے مرزائیوں کو نہایت خفت اُٹھانی پڑی۔

مناظرہ لاہور میں شکستِ فاش کھانے کے بعد بھی مرزا صاحب نے اپنی ساکھ قائم رکھنے کے لیے بہتیرے جتن کیے۔ پہلے سُورۂ فاتحہ کی عربی تفسیر کو "اعجاز المسیح" کے نام سے شائع کردایا۔ پھر سال بھر بعد نومبر ۱۹۰۱ء میں اپنے نبی ہونے کا اعلان کیا، اور مزید ایک سال بعد اپنے ایک تنخواہ دار محمد حسن امروہی سے "شمسِ بازغہ" کے نام سے ایک کتاب لکھوائی جو بظاہر تو "شمسُ الھدایہ" کی تردید میں تھی لیکن درحقیقت بے سروپا مضامین اور مؤلف "شمسُ الھدایہ" کے خلاف بیہودہ گوئی کا مجموعہ تھا، چنانچہ ۱۹۰۲ء میں حضرت مؤلفؒ نے اِس موضوع پر اپنی مشہور کتاب "سیفِ چشتیائی" شائع کرائی جس پر برِّصغیر کی علمی دُنیا نے آپ کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا۔ اس کتاب میں مرزا صاحب کی کتاب "شمسِ بازغہ" کا مُنہ توڑ جواب دیا گیا تھا، اور اُن کی اعجازی تفسیر پر ایک سو کے قریب اِتنے زوردار اِعتراضات کیے گئے کہ نیم خواندہ عربی دانوں نے بھی اِس اعجازی تفسیر پر آوازے کسے۔ اِن سب چیزوں کی تفصیل تو حضرت کی مذکورہ تصانیف اور آپ کے حالاتِ زندگی راقم الحرُوف کی مؤلفہ کتاب "مہرِ مُنیر" سے ہی معلُوم ہوسکتی ہے۔ ذیل میں مؤلف "شمسِ بازغہ" کے بعض ناشائستہ عربی اشعار کے جواب میں راقم اپنے چند عربی اشعار ہدیۂ ناظرین کرتا ہے۔ جن میں اس تفصیل کا اجمالی خاکہ پیش کیا گیا ہے۔

حضرتِ مؤلفؒ کے وصال کے بعد آپ کے عظیم فرزند حضرت سیّد غلام محی الدین شاہ صاحبؒ المعرُوف حضُور بابُوجیؒ اپنی تمام زندگی ہمیشہ تحریکِ ختمِ نبوّت میں سرگرم حصّہ لیتے رہے۔ ۱۹۵۳ء میں مُسلم لیگی حکومت کے اس رویّہ سے سخت شاکی رہے جو اُس نے تحریک کے کچلنے کے لیے اختیار کیا۔ فرمایا کرتے تھے کہ جو مُلک محض حضُور خاتم النّبیینؐ کی نظرِ کرم کے صدقے میں معرضِ وجُود میں آیا اُس کے قائدین حضُورؐ کی ختمِ نبوّت کے شیدائیوں سے کیسا بے دردانہ سلوک کر رہے ہیں۔ لاہور ختمِ نبوّت کانفرنس میں آپؒ نے تمام مکاتبِ فکر کے راہنماؤں کو متحد کرنے میں اہم کردار ادا کیا اور جلسے جلوس میں اصُولاً اِحتراز کے باوجُود اِس کانفرنس کے کئی اجلاس میں شریک ہُوئے۔ علاوہ ازیں اُس وقت کے گورنر جنرل غلام محمد، وزیرِ اعظم خواجہ ناظم الدین اور دُوسرے زُعمائے حکومت سے اِس مسئلہ کے مُناسب اور مُستقل حل کے سِلسلہ میں مُلاقاتیں کیں۔

جن دنوں رابطۂ عالمِ اِسلام کی کانفرنس مکّہ شریف میں ۱۹۷۴ء میں مُنعقد ہُوئی۔ اُن دنوں حضرت بابُوجیؒ بوجہ علالت ہسپتال میں تھے، رابطۂ عالمِ اِسلام کانفرنس نے ایک قرارداد پاس کی تھی جس میں تمام اِسلامی ممالک سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ مرزائیوں کو غیر مُسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ جب حضُور بابُوجیؒ نے یہ خبر سُنی تو آبدیدہ ہو کر فرمایا خُدا کرے پاکستان میں تو اِس پر جلد عمل ہو۔ بیماری کی شدّت کے باوجُود روزانہ تحریکِ ختمِ نبوّت کے متعلق اِستفسار فرماتے تھے اور یہی آرزُو لے کر ۲۲ جُون ۱۹۷۴ء کو واصل بحق ہُوئے۔ جولائی ۱۹۷۴ء میں راولپنڈی میں ایک عظیم مشائخ کانفرنس ہُوئی۔ جس میں دربارِ عالیہ گولڑا شریف کی نمائندگی راقم الحرُوف نے کی۔ اِس کانفرنس میں بھی مرزائیوں کو غیر مُسلم اقلیت قرار دینے کی قرارداد پاس کی گئی۔ دُوسرے ہی دن اُس وقت کے وزیرِ اعظم مسٹر بھٹو، سپیکر قومی اسمبلی اور حکومت کی طرف سے اِس سِلسلہ میں مقرر کردہ رہبر کمیٹی کے ممبران کو علیحدہ علیحدہ "مہرِ مُنیر" کے نُسخے بمعہ خطُوط ارسال کیے گئے جن میں اِس مطالبہ کی پُر زور حمایت کی گئی۔ اِتفاق دیکھئے کہ ۱۹۷۴ء کے اگست ہی کے مہینہ میں عوامی مطالبہ کے پیشِ نظر پاکستان کی قومی اسمبلی نے اُس مسودۂ قانون کو پاس کرنے کی سفارش کردی جس کی رُو سے مرزائی خواہ قادیانی ہوں یا لاہوری، اپنے مخصُوص غیر اِسلامی عقائد کی بنا پر دائرۂ اِسلام سے خارج ہیں۔ اور پھر دس سال بعد ۱۹۸۴ء کے اگست کے مہینہ ہی میں حکومتِ پاکستان کی مقرر کردہ شرعی عدالت نے لاہور میں مرزائیوں کی اپیل مسترد کردی جو اُنھوں نے صدارتی آرڈیننس کے خلاف کی تھی جس میں مرزائیوں کو اپنے آپ کو کسی طرح سے بھی مُسلمان ظاہر کرنے اور اپنے عبادت خانوں کو مساجد کا نام دینے سے منع کیا گیا تھا، اِس طرح

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقدیم

اللہ تعالیٰ جل شانہ نے بنی نوعِ انسان کی دینی ہدایت کا جو سلسلہ حضراتِ انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام سے شروع فرمایا۔ وُہ سیدالاولین والآخرین خاتم النبیین سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ گرامی کی بعثت کے ساتھ تکمیل کے انتہائی مراتب پر پہنچ گیا جس کے بعد کسی نئی آسمانی کتاب کی ضرورت نہ رہی نہ کسی نئے رسول دینی کی بعثت کا انتظار۔ خلافتِ راشدہ کے مبارک دور سے لے کر آج تک اسلامی تاریخ کے اوراق اس پر گواہ ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد بنی نوعِ انسان میں سے جس کسی نے بھی کسی دور میں ان حدود کو توڑنے کی کوشش کی حق تعالیٰ کی قدرتِ قاہرہ نے ایسے اسباب پیدا فرما دیئے جن سے باطل کی تمام ابلہ فریبیاں نیست و نابود ہو کر رہ گئیں۔ شاید اسی وجہ سے مرزا غلام احمد قادیانی نے پہلے پہل دعویٰ نبوت کرنے سے گریز کیا اور اس دعوے سے قبل ۱۸۹۰ء سے ۱۹۰۰ء کے عشرہ میں اپنی جماعت تیار کرنے کے لئے اپنے آپ کو پہلے تدریجاً مجدد، پھر مثیل مسیح اور پھر مسیح موعود ثابت کرنے پر پورا زورِ قلم صرف کر دیا جس سے بعض سادہ لوح اُردو خوان لوگ اور عوام متاثر ہونے لگے۔ اس پر مجددِ ملت، رہبرِ شریعت و طریقت حضرت مولانا سید پیر مہر علی شاہ صاحب گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۸۹۹ء، ۱۹۰۰ء میں مطابق شعبان۔ رمضان ۱۳۱۷ھ اپنی دیگر دینی مصروفیات سے کچھ وقت نکال کر زیرِ نظر کتاب "شمس الہدایہ" تحریر فرمائی جس میں متعدد قرآنی آیات اور احادیثِ صحیحہ سے ثابت کیا گیا کہ حضرت مسیح بن مریم علیہ السلام نہ قتل ہوئے اور نہ سولی پر چڑھائے گئے بلکہ جسمانی طور پر زندہ آسمان پر اُٹھا لیے گئے اور قیامت سے پہلے جب دجال ظاہر ہو گا جو یہودیوں میں سے ایک شخص ہو گا اور امام مہدی علیہ السلام اُس سے جہاد میں مصروف ہوں گے اُس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق میں آسمان سے نزول فرما کر حضرت امام مہدی علیہ السلام سے مل کر جہاد کریں گے اور دجال کو فلسطین کے ایک مقام بابِ لُدّ پر قتل کریں گے۔ اُس کے کچھ عرصہ بعد یاجوج ماجوج زمین پر پھیل جائیں گے جو بالآخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دُعا سے ہلاک ہو جائیں گے جس کے بعد مسلمان پورے امن و سکون سے رہیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا کر حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے روضۂ عالیہ میں مدفون ہوں گے۔

حضرت مؤلف رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کتاب برصغیر کے علمی طبقہ میں نہایت مقبول ہوئی حتیٰ کہ اختلافِ مسلک کے باوجود اہلِ حدیث کے مشہور عالم مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی نے امرتسر سے آپؒ کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے لکھا کہ "شمس الہدایہ" کے مطالعہ سے نہایت محظوظ و مستفید ہوا۔ امرتسر ہی کے ایک مولوی حبیب اللہ صاحب نے لکھا کہ "شمس الہدایہ" کے مطالعہ سے بعض مرزائی تائب ہو کر سیدھی راہ پر آ گئے۔ وُہ خود بھی پہلے مرزائی تحریروں سے کچھ متاثر تھے۔ مگر حضرت مؤلفؒ کی کتاب نے اُنھیں صراطِ مستقیم پر قائم رہنے میں مدد دی۔ اور پھر وُہ اپنے شکوک کے ازالہ کے لیے حضرت مؤلف سے رجوع کرتے رہے، جس کی تفصیل حضرتؒ کے فتاویٰ مہریہ میں موجود ہے۔ خُدا کی شان کہ پھر انہی مولوی حبیب اللہ صاحب نے ردِ مرزائیت میں ایسی مفید کتابیں لکھیں کہ دیوبندی مکتبِ فکر کے مشہور علامہ شبیر احمد عثمانی نے بھی اُنھیں اپنے حواشی قرآن میں سورۃ "المؤمنون" آیت ۵۰ کی تشریح کرتے ہوئے خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ چنانچہ اس چیز کا قادیانی حلقہ میں سخت ردِ عمل ہوا۔ اور اس رُسوائی کا داغ مٹانے کے لیے ۲۲ جولائی ۱۹۰۰ء کو مرزا صاحب کی طرف سے ایک اشتہار تمام ہندوستان میں تقسیم کیا گیا جس میں برصغیر کے تمام مشائخ و علماء کرام کو عموماً اور حضرت مؤلف "شمس الہدایہ" کے ساتھ چھیاسی جید علماء حضرات کو خصوصاً لاہور میں ۲۵ اگست ۱۹۰۰ء کو مناظرہ کی دعوت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی حَبِیۡبِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَعِتۡرَتِہٖ وَصَحۡبِہٖ

اَمَّا بَعۡدُ۔ حضراتِ ناظرین پر پوشیدہ نہ رہے کہ آج کل ہواءِ فطرتِ انسانی تعصب کی ہواؤں اور جہالت کے بُخارات سے متعفن اور گندے ہو رہے ہیں اور ایسا ہی ہونا تھا کیونکہ ہدایت اور استقامت کا سُورج قریب ڈُوبنے کے آگیا۔ استواء کا زمانہ جس سے خَیۡرُ الۡقُرُوۡنِ قَرۡنِیۡ ثُمَّ الَّذِیۡنَ یَلُوۡنَھُمۡ ثُمَّ الَّذِیۡنَ یَلُوۡنَھُمۡ حکایت ہے۔ دُور رہ گیا بسبب فقدانِ تقویٰ کے نہ تو اشراقِ نوری اور انشراحِ صدری ہے تاکہ وعدہ اِنۡ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّکُمۡ فُرۡقَانًا کا تحقق ہو کر فارقِ بین الحق والباطل نصیب ہو اور نہ لیاقتِ علمی جس کے ذریعہ سے مُرادِ شارع کو سمجھ کر عمل نہ سہی اعتقاد کو تو مطابق مَا اَنَا عَلَیۡہِ وَاَصۡحَابِیۡ کے دُرست رکھیں۔ بغیر ظاہر پرستی اور سخن سازی ہوس بازی اور فتنہ پردازی کے اور کچھ نہیں۔ سادہ پنی اور راستی سے جو منجملہ شعائرِ اسلام و اَوضاعِ صحابہ کرام ہیں؛ نفرت۔ تصنّع اور ناراستی و ہوس بازی سے جو از کمالاتِ تعلیمِ لندن ہیں محبت۔ معہذا اَبنائے زمان ہر دو فنِ مذکورۃ الصدر۔ یعنی اشراقِ نوری اور لیاقتِ علمی میں اپنے زعم میں خود ہی یکتاءِ زمانہ اور متفرد ہیں۔ گو کہ مکاشفاتِ انبیاءِ عظام صلوات اللہ وسلامہٗ علیہم اجمعین میں بزعم ان کے غلطی فِی الۡکَشۡفِ یا فِی التَّعۡبِیۡرِ بھی واقع ہو۔ مگر ان حضرات کے معاینات میں تاویل تک بھی ناممکن ہے ایسا ہی عُلماءِ سلف شَکَرَ اللّٰہُ سَعۡیَھُمۡ کے اجتہادات اور اُمّتِ مرحُومہ کا اجماع گو کہ لَنۡ تَجۡتَمِعَ اُمَّتِیۡ عَلَی الضَّلَالَۃِ بھی اُس کی شان میں وارد ہو۔ تاہم یہ سب ان کے نزدیک نادانوں کے خیالات اور کورانہ اجماع جن کو سوائے عرب اُونٹ چرانے والوں کے اَلۡعِیَاذُ بِاللّٰہِ کوئی فرقہ مہذبین یعنی تعلیم یافتگانِ لندن سے تسلیم نہ کرے۔ (صفحہ ۲۶۸۔ ازالۂ اوہام)۔ کوئی وجہ ان کی صحت کے لیے نہیں۔ اِلّا در صُورتے کہ ان حضرات کی رائے اور استنباط پر منطبق کیے جائیں دیکھو ازالۂ اوہام و ایامِ الصُّلح ۔ اَللّٰھُمَّ اَصۡلِحۡ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ وَارۡحَمۡ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ۔

عُلماءِ زمان عرصہ سے اِس ہیچمدان خوشہ چین عُلماءِ کرام کو بھی ایسے حقائق و معارف سے جو تالیفاتِ مرزا صاحب ازالۂ اوہام ودافع الوساوس و ایامِ الصُّلح میں مندرج ہیں مطلع فرماتے تھے راقم الحرُوف ان کو بعن طعن سے بخیال اس کے کہ خلافِ شعائرِ اسلام ہے اور عکسِ ارشادِ مشائخ بھی رضی اللہ عنہم اجمعین روکتا رہا۔ آخر الامر جب نوبت یہاں تک پہنچی کہ ہر محفل میں اظہارِ حقیت عقیدۂ مرزائیہ اور تکذیب و تجہیل بلکہ تکفیر عُلماءِ کرام کی جن کا اعتقاد مُطابق سلفؒ کے تھا ہونے لگی۔ تو اِس اثناء میں چند احباب نے مجھے کچھ مضامین مرزا صاحب کی تالیفات کے سُناتے۔ گو کہ میں بھی ابناءِ زمان کی طرح بسبب کم علمی اور محرُوم ہونے اشراقِ نوری سے قابل اِس امر کے نہ تھا کہ ناظرین کو آج کل کے دھوکوں سے بچاؤں۔ مگر تحقیر اور تجہیل سلف و مشائخِ زمان رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سُننے کی برداشت مجھ سے نہ ہو سکی۔ اور عقیدہ حقّہ کا یومًا فیومًا اضمحلال گوارا نہ کر سکا۔ لہٰذا یہ چند مضامین متعلق آیاتِ رفع و احادیثِ نزُول محض حسبۃً لِلّٰہ بغیر اس کے کہ محرک اِس کا عناد یا حسد یا بُغض کسی مُسلمان بھائی سے ہو حسبِ رائے ناقص کے لکھے گئے تاکہ ابناءِ زمان اتنی جرأت سے باز آئیں اور معانی جو مُراد ہیں آیات اور احادیث ان کو واضح ہو جائیں اور چند اعتراضات ابلہ فریب سے جو استشہاد آیات و احادیث ازالۂ اوہام وغیرہ وغیرہ میں مذکور ہیں خوف تھا

سے منکرینِ ختمِ نبوت کے خلاف حضرتِ مؤلفؒ نے جو خاص مہم اگست ۱۹۰۰ء میں شروع فرمائی تھی وہ اگست ۱۹۸۴ء میں اپنے منطقی نتیجہ پر پہنچ گئی اور اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں کے خلاف کام کرنے والوں کا پردہ پوری طرح سے چاک ہوگیا۔

اللہ تعالیٰ حضرت مؤلف رحمۃ اللہ علیہ کی اس گراں بہا اور مخلصانہ دینی خدمت کے صدقے میں راقم الحروف اور دیگر تعاون کرنے والے حضرات خصوصاً حضرتؒ کے نیازمندان محمد حیات خان اور محمد فاضل خان جنھوں نے اس کتاب کے موجودہ ایڈیشن کو دیدہ زیب بنانے میں بڑی کاوش کی اور سب قارئین کرام کو نیک جزا عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

راقم الحروف
فیض احمد فیض عفی عنہ
متوطن بستی بخاور، ضلع بھکر
حال مقیم دربارِ عالیہ گولڑا شریف

اگست ۱۹۸۵ء
ذی الحجہ ۱۴۰۵ھ

marfat.com

مُشرکین کی طرف مُراد اس سے معبُودات ممکنہ مثل اصنام وغیرہ کے ہوتے ہیں۔ بنائً علیہ لفظ اِلٰہ جو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ میں واقع ہے مُراد اس سے اٰلِھَہ ممکنہ ہوں گے۔ اَور نیز تقریب بھی اسی صُورت میں تام ہوتی ہے کیونکہ براہینِ خمسہ میں مُراد اٰلِھَہ سے اصنام ہی ہیں مثلاً لَوْ کَانَ فِیْھِمَآ اٰلِھَۃٌ اِلَّا اللہُ لَفَسَدَتَا بعد تعیین اِرادہ اصنام کے اِلٰہ سے کلمہ طیبہ میں تقدیر امکان یا وجُود کی مستلزم ہے وقوعِ کِذب کو۔ (العیاذ باللہ) اصل کلام میں جو کلمہ طیبہ ہے۔ کیونکہ اس وقت معنے یہ ہوگا کہ کوئی فرد افرادِ معبُوداتِ ممکنہ سے یعنی اصنام وکواکب وغیرہ ممکن نہیں یا موجُود نہیں۔ اَور اِستیلاء صفاتی بعضھا علیٰ بعض جیسا کہ منافی للوجُوب بر تقدیرِ وحدت وجُوب نہیں۔ ایسا ہی بر تقدیر تعدد بھی نہ ہوگا۔ بنائً علیہ اگر ارادہ اِستحقاق للعبادۃ کا حقیقی طور پر جو مساوق للوجُوب ہے عنوان موضوعی یا محمولی سے بھی کیا جائے تو مستلزم لَمَا کَانَتَا یا لَفَسَدَتَا کو نہیں ہو سکتا اَور ازلیت اِمکان چونکہ مستلزم ہے امکانِ ازلیت کو مادۂ وجُوب میں۔ لہٰذا ممکنہ عامہ موجبہ جزئیہ جو نقیض ہے ضروریہ سالبہ کلیہ کی یعنی لَآ اِلٰہَ مَوجُود بالضرورۃ کی۔ (العیاذ باللہ) صادق ہوگا۔ الغرض تقدیر ممکن یا موجُود یا مستحق زعمی کی مستلزم ہے وقوعِ کِذب کو مدعیٰ میں۔ اَور ارادہ اِستحقاقِ واقعی کا مقتضی ہے بطلانِ براہین کو۔"

اِس تقریر سے ناظرین پر ظاہر ہو گیا ہوگا کہ جواب تفتازانیؒ اَور شیخ اکبرؒ وغیرہ علماء کا دفع اشکال مذکور میں مفید نہیں۔ جواب اِس کا حسب محاورہ قرآنیہ چاہیئے۔ اَور یہ بھی معلوم ہو کہ فرق کرنا تعاوق فیما بین الذوات اَور تعاوق فیما بین الصفات میں بعد اشتراک فی الوجُوب کے مُفید نہ ہوگا۔ جیسا کہ وجُوب بالذات اَور بالغیر میں۔ کیونکہ یہ مجوز ہے سلب صفات کو ذاتِ واجبیہ سے فی مرتبۃ من المراتب ایسی گفتگو کہ جس سے خود نمائی کی بُو آتے۔ شانِ عیسویت اَور وضع مہدویت کو ہرگز شایان نہیں۔

حضرات ناظرین پر مخفی نہ رہے کہ دوبارہ متوجہ ہونا اِس بے ہیچ کا اس امر غیر معتاد کی طرف جس کو آج کل بڑا کمال سمجھا جاتا ہے مشروط ہے بایں شرط کہ اگر کوئی صاحب بر خلاف مضامین مسطورہ رسالہ ہٰذا کے اپنے مسلک کو یا تو تفاسیر معتبرہ سے مثل ابنِ جریر و ابنِ کثیر کے جن میں روایات صحابہ کرامؓ بالاسناد مذکور ہوں اَور احادیثِ صحیحہ سے ثابت کرے اَور یا فقط قرآنِ کریم سے حسب اِستنباط اپنے کے مدعیٰ کو مدلل کرے جس کو علماء ثقات، فصحاء و بلغاء قبول فرمائیں۔ نہ کہ مثل ازالہ اَور ایام صُلح وغیرہ کے جن کی نقل اَور اِستنباط دونوں میں غلطی اَور سُقم ہے۔ وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ۔ اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ اَفْرِجْ عَنْ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاغْفِرْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِیْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلَی الْمَظْھَرِ الْاَتَمِّ لِاسْمِکَ الْاَعْظَمِ سَیِّدِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ سَیِّدِنَا اَبِی الْقَاسِمِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَعِتْرَتِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ ط

marfat.com

(بحر العلوم مُسلّم الثبوت) الغرض کلمہ بَلْ کا بنابر تحقیق ہٰذا آیتہ مذکورہ میں حرفِ عطف ٹھہرا ابطال جملہ اُولیٰ یعنی قَتَلُوْہُ کے لیے۔ اور منجملہ طرق قصر کے قصر بالعطف بھی ہے جس میں متکلم پر واجب ہے کہ نص علی المثبت والمنفی کرے کیونکہ مطلق کلام قصری کو متکلم تمیز بین الخطاء والصواب کے لیے بولتا ہے تاکہ مخاطب کے اعتقاد میں جو خلط بین الصواب والخطاء ہے نکل جاوے اور بالخصوص قصر بالعطف میں کسی طرح ترک کرنا تصریح کا جائز نہیں۔

مَانَحْنُ فِیْہِ میں یہود کا افترا، دو وجہ سے تھا۔ ایک مسیح کا بذریعہ صلیب کے مقتول کہنا۔ دوسرا اُس کی مقتولیت کو محقق بولنا۔ یعنے اِنَّا قَتَلْنَا سے تعبیر تاکیدی کرنی۔ وجہ اول کو متکلم بلیغ نے وَمَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ سے رد کیا۔ دوسرے کو وَمَا قَتَلُوْہُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ سے۔ اب اگر بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ کو کنایہ اعزاز واکرام سے کہا جاوے جیسا کہ مرزا صاحب وَرَافِعُکَ اِلَیَّ میں فرماتے ہیں تو مقتضائے قصرِ قلب کے چاہیئے کہ مابعد بَلْ یعنی اعزاز اور ماقبل اُس کا یعنی مقتولیت مجتمع نہ ہوں مع آنکہ مقتول مومنین میں سے اعلیٰ درجہ کا معزز ومکرم عند اللہ ہوتا ہے۔ قصر قلب میں اگرچہ تنافی بین الوصفین بنابر تحقیق ضروری نہیں مگر احد الوصفین کا ملزوم نہ ہونا دوسری وصف کے لیے نہایت ضروری ہے تاکہ مخاطب کا اعتقاد برعکس ما یذکرہ المتکلم کے متصور ہو۔ اور اگر رفع سے مراد موت طبعی بعد واقعہ صلیب بعرصہ دراز حسب مزعوم مرزا صاحب کے لی جاوے تو بحسب مضمونِ بالا کے تصریح بہ بل بقی حیا ثم توفّٰہ اللّٰہ ورفعہ الیہ کی ضروری ہے ورنہ فصاحت اور بلاغتِ قرآنِ کریم میں جو اعلیٰ وجوہ اعجاز اُس کے سے ہیں خلل واقع ہوگا۔ متکلم بلیغ کی شان سے بالکل بعید ہے کہ مقتضائے مقام یعنی تمیز ضروری کو چھوڑ کر مزید براں ایسی کلام بولے جس کا معنے بحسب التبادر مخالف ہو معنے مُراد سے کیونکہ بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ سے تحقیق رفع در وقتِ واقعہ صلیب یا قبل اُس کے بحسب محاورہ قرآنیہ وغیرہ مفہوم ہوتا ہے۔ دیکھو بَلْ جَآءَھُمْ بِالْحَقِّ جو بعد اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىہُ کے واقع ہے اور ارادہ موت طبعی کا رَفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ سے مع زعم تحقق اُس کے قبل از واقعہ صلیب مستلزم ہے وقوع کذب کو کلام الٰہی میں (العیاذ باللہ لانتفاء المحکی عنہ) بعد از قطع احتمالاتِ مذکورہ آیتہ بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ کی محکم ٹھہری رفعِ جسمی مسیح میں۔ لہٰذا اہل لسان اور محاورہ دان صحابہ اور سلف سے (رضوان اللہ علیہم اجمعین) رفعِ جسمی کو آیتہ ہٰذا سے ایسے سمجھے ہوئے تھے کہ کسی سے اس آیت کے معنے میں اختلاف مروی نہیں۔ اور اسی وجہ سے چونکہ محکم ہے رفعِ جسمی میں تو مخصص ہوگی واسطے اُن آیات اور احادیث کے جو باعتبار عموم اپنے کے دال ہیں وفاتِ مسیح پر مثل قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ اور مَا مِنْ نَّفْسٍ مَّنْفُوْسَۃٍ الخ وغیرہ وغیرہ۔ اور یہی قرینہ صارفہ ہے ارادہ کرنے معنے موت کے تَوَفَّیْتَنِیْ سے اور مُتَوَفِّیْکَ سے برتقدیر عدم تقدیم وتاخیر کے۔ اور یہی آیت باآوازِ بلند کہہ رہی ہے کہ شَھِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْھِمْ میں حیًّا ملحوظ نہیں ہے۔ اور یہی آیتہ قرینہ ہے حدیث فَاَقُوْلُ کَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ الخ میں فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ سے معنے غیر موت کا لینے کے اور یہی آیتہ قرینہ ہے حدیث لَوْ کَانَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی حَیَّیْنِ الخ میں برتقدیر صحت کے حیات سے حیات فی الارض مُراد لینے کی۔ اور یہی آیتہ بعد از قطع احتمالاتِ مذکورہ کے استبعادِ عقلِ انسانی کو جو درباره مرفوع ہونے جسمِ مسیح کے بجسدہ العنصری آسمان پر تھا زائل کر رہی ہے۔

ھٰذہ الآیۃ تکفی جوابا لجمیع السوالات وان اجبنا لکل سوال تبرعًا۔ محاورہ قرآنِ کریم اور عرف بغیر تخصیص بلغۃ دون لغۃ اس پر شاہد ہیں۔ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا بَلْ عِبَادٌ مُّکْرَمُوْنَ ○ ولدیت اور عبودیت تنافی ہیں تحقق میں۔ اَمْ یَقُوْلُوْنَ بِہٖ جِنَّۃٌ بَلْ جَآءَھُمْ بِالْحَقِّ مجنونیت اور اتیان بالحق یعنی منجانب اللہ حق کو عباد کی طرف لانا متضاد نہیں۔ مثلاً زید کو میں نے مارا نہیں بلکہ اُس کو عزت دی۔ "عمر کو میں نے بھوکا نہیں چھوڑا بلکہ پیٹ بھر کے کھلایا۔" مارنا اور عزت دینی ایسا ہی بھوک اور سیری باہم متضاد ہیں۔

بعد تمہید ہٰذا آیت وَمَا قَتَلُوْہُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ میں بھی حسب مقتضی کلمہ بَلْ مقتولیت اور مرفوعیت یعنی مسیح کے مارے

سوال۔ کیا ہے عقیدہ اجماعیہ اہلِ اسلام کا دربارہ مرفوع ہونے یعنی اُٹھائے جانے مسیح بن مریم کے آسمان پر۔

جواب۔ کافۂ اہلِ اسلام مسیح بن مریم کو مرفوع اِلیٰ السماء بجسدہ العنصری مانتے ہیں اِلّا بعض اہلِ تحقیق کہ جسمِ برزخی کے قائل ہیں۔ مگر نزولِ مسیح پر سب ہی اتفاق رکھتے ہیں۔

سوال۔ یہ عقیدہ محض اجماع کورانہ اور لا اَصْلَ لَہٗ ہے جیسا کہ مرزا صاحب نے ازالۂ اوہام میں لکھا ہے یا کوئی دستاویز قرآن اور حدیث سے بھی رکھتا ہے۔

جواب۔ آیۂ کریمہ مَا قَتَلُوْہُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ دنصِ صریح ہے رفعِ جسمی میں۔

سوال۔ بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ سے رفعِ رُوحانی مُراد ہے بشہادہ محاورہ قرآنیہ یٰۤاَیَّتُہَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً۔

جواب۔ کلمۂ بَلْ آیۂ مذکورہ میں جس کا ترجمہ "بلکہ" ہوتا ہے ابطال ماقبل کے لیے ہے یعنی اللہ تعالیٰ زعمِ یہود کو جو عیسےٰ بن مریم کی مقتولیت اور مصلوبیت کے قائل تھے باطل کرتا ہے اور ماقبل اور مابعد بل اضرابیہ ابطالیہ کے متضاد ہوتے ہیں یعنی دونوں معاً متحقق نہیں ہوتے۔

فائدہ جلیلہ

قولہٗ تعالیٰ وَمَا قَتَلُوْہُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ من جملہ اقسام قصر الموصوف علی الصفۃ کی ایک قسم ہے یعنی قصرِ قلب کلمۂ بَلْ کا مفرد میں اضراب یعنی اعراض کے لیے ہوتا ہے۔ اگر بعد امر یا اثبات کے واقع ہو تو اثبات حکم کا مابعد کے لیے کرے گا اور معطوف علیہ کو کالمسکوت عنہ کر دے گا اور بعد نفی یا نہی کے حکم اول یعنی منفی یا منہی کو برحال خود رکھے گا اور ضد اُس حکم کی مابعد کے لیے ثابت کرے گا۔ جیسے قَامَ زَیْدٌ بَلْ عَمرٌو اور لِیَقُمْ بَکْرٌ بَلْ خَالِدٌ۔ پہلی مثال میں قیام کا اثبات عمرو کے لیے ہوگا نہ زید کے لیے کیونکہ عمر بَلْ کے مابعد واقع ہوا ہے اور ماقبل اس کے قَامَ زَیْدٌ مقولہ غلطی پر مبنی ہے۔ اور دُوسری مثال لِیَقُمْ بَکْرٌ میں طلبِ قیام خالد سے ہے نہ بکر سے وغیرہ۔ اور نفی نہی کی صُورت میں ماقبل کے لیے حکم نفی کا بحال رہے گا اور مابعد کے لیے اثبات کا جیسا کہ:۔

لواکن فی مربع بل تیہما لا تضرب زیدًا بل عمرًا

اور جس صُورت میں مابعد بَلْ کے جُملہ ہو تو ابطال جُملۂ اُولیٰ اور اثبات جُملۂ ثانیہ کے لیے ہوگا۔ قولہ تعالیٰ بَلْ عِبَادٌ مُّکْرَمُوْنَ یا انتقال من غرضٍ اِلیٰ غرضٍ آخر پر دال ہوگا۔ قولہٗ تعالیٰ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا۔ یہ بھی معلوم ہو کہ بَلْ دونوں صُورتوں یعنی مفرد و جُملہ میں عطف کے لیے ہوتا ہے۔ بنا بر تحقیق۔ اور مشہور عند النحاۃ عاطفہ ہونا اس کا مختص بالمفرد ہی ہے یعنی جس صُورت میں کہ بعد اُس کے مفرد واقع ہو اور جُملہ میں حرف ابتدا کا ہوگا۔ بنا بر مشہور بَلْ مشترک ٹھہرا عطف اور ابتدا میں۔ اور ظاہر ہے ذکی ماہر پر کہ عدم اشتراک صحیح ہے بہ نسبت اشتراک کے۔ فقط بودے لوگ سرسری جو امتیاز درمیان معنے وضعی اور اُس کے افراد میں نہیں کر سکتے جب استعمال لفظ کا افراد میں بھی معنی وضعی مطلق کی طرح پاتے ہیں تو اُن کو دھوکا اشتراک اللفظ بین المطلق والافراد کا لگ جاتا ہے بلکہ فردِ معین ہی کو بلحاظ کثرتِ استعمال کے موضوع سمجھ لیتے ہیں جیسا کہ آج کل اُردُو خوانوں کو لفظ توفّی میں دھوکا لگا ہوا ہے۔ بیان اِس کا عنقریب آئے گا۔ کلمۂ بَلْ کا موضوع لہٗ فقط اعراض ہے۔ پہلے کا مسکوت عنہ کرنا یا تقریر اُس کی۔ علیٰ ہذا القیاس انتقال ذات پہلے کی یا انتقال غرض سے۔ یہ سب انواع ہیں اعراض کے لیے جو معنے وضعی ہے

مخصوص ہے۔ ایسا ہی ذمہ داری إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ اُسی کو شایان ہے۔ فَسُبْحَانَ مَنْ خَلَقَهُ وَاَجْمَلَهُ وَاَكْمَلَهُ وَعَلَّمَهُ وَاَدَّبَهُ فَاَحْسَنَ تَادِيْبَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

فرقہ مرزائیہ عیسیٰ بن مریم کے مصلوب ہونے یعنی صلیب پر چڑھانے کے یہود اور نصاریٰ کی طرح معتقد ہیں۔ فقط صلیب پر مر جانے میں باہم مختلف ہیں یہود اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ مسیح صلیب پر مر گئے۔ اور مرزائیہ صلیب سے زندہ اُتار کر بعد ۸۷ سال کے کشمیر خاص سری نگر میں دفن کرتے ہیں۔ ایام الصلح صـ۱۱۲۔ اس کا بطلان رَفَعَهُ اللّٰهُ کی ماضویت سے جو بہ نسبت ماقبل بَلْ یعنی مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ کے ثابت کی گئی ہے۔ اصل کتاب سے اور فائدہ جلیلہ سے جو منبیہ میں لکھ چکا ہوں۔ بخوبی ناظرین معلوم کر چکے ہیں۔ اور یہ بھی خیال رکھنا چاہیے کہ مُراد ماقبل بَلْ سے نفس قتل اور صلب ہے قطع نظر منفی ہونے اُس کے سے کیونکہ نفی حکایت میں ہے نہ محکی عنہ میں۔ اس تقریر سے جو صراحۃً نظم قرآنی سے سمجھی جاتی ہے۔ ظاہر ہو گیا کہ سید احمد صاحب اور مرزا صاحب اور مصنف تفسیر حضرت شاہی کو مَا صَلَبُوْهُ کے معنے میں جو ان صاحبوں نے روایاتِ اناجیل کے ملاحظہ سے لیا ہے سخت دھوکا ہوا۔ کہتے ہیں مَا صَلَبُوْهُ یعنی یہود نے مسیح کی ہڈیوں کو نہ توڑا...ازالہ اوہام صـ۳۷۸ سے صـ۳۸۲ تک تفسیر حضرت شاہی صـ۱۹ فتأمّل۔ ایسا ہی اِستشہاد میں معنے مذکور پر ساتھ عبارت قاموس کے وَالْعِظَامَ اِسْتَخْرَجَ وَدَكَهَا۔ اور اس حدیث کے لَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ اَتَاهُ اَصْحَابُ الصُّلُبِ بسکون اللام وضمہا وفتحہا ای الذین یجمعون العظام ویستخرجون ودکھا ویأتدمون بہ۔ کیونکہ قاموس کی عبارت کا مفہوم چکنائی کا نکالنا اور شوربا بنانا ہے۔ اور اگر ہڈیوں کا توڑنا بخیال اس کے کہ شوربا بغیر اس کے نہیں بن سکتا صلب کا معنے قرار دیا جائے تو چاہیے کہ موت طبعی اُس جانور کی یا ذبح اُس کا بھی مدلول اُس کا ٹھہرایا جاتے۔ اور حدیث میں لفظ اصحاب الصلب سے معنے مذکور سمجھا گیا۔ کیونکہ صلب کا معنی چکنائی اور اصحاب الصلب کا معنی چکنائی والے لوگ۔ ہڈیوں کا توڑنا نہ تو لفظ اصحاب کا مدلول ہے اور نہ صلب کا۔ دیکھو قاموس اور مجمع البحار صلیب پر چڑھانے میں تو نظمِ قرآنی اور احادیثِ نزول کو جو التزاماً رفع جسمی سے خبر دے رہی ہیں اُن سب کو سلام کہہ کر روایاتِ اناجیل سے کام لیا۔ بعد از واقعہ صلیب مسیح کا زندہ رہنا اور عرصہ دراز کے بعد کشمیر[1] میں مدفون ہونا۔ اس میں اناجیل کو بھی چھوڑا۔

---

[1] سچ ہے۔ "دروغ گو را حافظہ نہ باشد" مرزا جی ازالہ اوہام میں تو لکھتے ہیں کہ مسیح اپنے وطن گلیل میں فوت ہوا مگر ایام الصلح میں سری نگر یاد آگیا۔ بہر حال اس دروغ کا پردہ علمائے اسلام نے اپنی تصانیف میں اچھی طرح چاک کیا۔ اور حضرت مؤلف نے اس کا سیفِ چشتیائی میں پوری طرح رد فرمایا ہے۔

فیض عفی عنہ

لکن لایلزم منه ان یکون المراد بهذه الأیة هذا بل المراد بها ما ذکرناه من تقریر وجود عیسٰی علیه السلام وبقاء حیاته فی السماء وانه سینزل الی الارض قبل یوم القیمة لیکذب هٰؤُلَآءِ وَهٰؤُلَآءِ من الیهود والنصاریٰ الذین تباینت اقوالهم فیه وتصادمت وتعاکست وتناقضت وخلت عن الحق ففرط هٰؤُلَآءِ الیهود وافرط هٰؤُلَآءِ النصاریٰ تنقصه الیهود بما رموه به وامه من العظائم واطراه النصاریٰ بحیث ادعوا فیه ما لیس فیه فرفعوه فی مقابلة اولئک عن مقام النبوة الی مقام الربوبیة تعالی الله عما یقول هٰؤُلَآءِ وهٰؤُلَآءِ علوًا کبیرا وتنزه وتقدس لَآ اِلٰهَ اِلَّا هو۔

ذِکرالاحادیث

الواردة فی نزول عیسٰی بن مریم الی الارض من السماء فی اٰخر الزمان قبل یوم القیمة وانه یدعو الی عبادة الله وحده لا شریك له۔

قال البخاری رحمة الله علیه فی کتاب ذکر الانبیاء من صحیحه الملتقی بالقبول نزول عیسٰی بن مریم علیه السلام حدثنا اسحٰق ابن ابراهیم حدثنا یعقوب بن ابراهیم عن ابی صالح عن ابن شهاب عن سعید بن المسیب عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم والذی نفسی بیده لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة ویفیض المال حتی لا یقبله احد حتی یکون السجدة خیراله من الدنیا وما فیها ثم یقول ابو هریرة اقرؤا ان شئتم وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا۔

اوکذا رواه مسلم عن الحسن الحلوانی وعبد بن حمید کلاهما عن یعقوب به واخرجه البخاری ومسلم ایضا من حدیث سفیان ابن عیینة عن الزهری به واخرجاه من طریق اللیث عن الزهری به۔

ورواه ابن مردویه من طریق محمد ابن ابی حفصة عن الزهری عن سعید بن المسیب عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یوشك ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا یقتل الدجال ویقتل الخنزیر ویکسر الصلیب ویضع الجزیة ویفیض المال وتکون السجدة واحدة لله رب العٰلمین قال ابو هریرة اقرؤا ان شئتم وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ موت عیسٰی ابن مریم۔

ثم یعیدها ابو هریرة ثلاث مرات۔ طریق اخری عن ابی هریرة قال الامام احمد حدثنا روح حدثنا محمد بن ابی حفصة عن الزهری عن حنظلة بن علی الاسلمی عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لیهلن عیسٰی ابن مریم بفج الروحاء بالحج والعمرة او بنیتهما جمیعا وکذا رواه مسلم منفردا به من حدیث سفیان بن عیینة واللیث بن سعید ویونس بن یزید ثلاثتهم عن الزهری به۔

لہ یہاں تک آیاتِ مذکورہ اور ان کی مُستند تفسیروں سے یہ ثابت کیا گیا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو یہود نے نہ تو سُولی پر لٹکایا نہ قتل کیا بلکہ وہ زندہ آسمان پر اُٹھائے گئے اور اُن کے ایک صحابی کو سُولی پر لٹکایا گیا جس کی شکل حضرت عیسٰی علیہ السلام کی طرح ہو گئی تھی اور اس بات کا علم فقط آپ کے ساتھیوں کو تھا جو اُسی کمرہ میں تھے۔ باقی یہود اور بعض نصاریٰ اُن کے متعلق جو کچھ کہتے ہیں محض گمان ووہم ہے۔ اس کے بعد احادیثِ صحیحہ سے اسی مقصد کی تائید پیش کی گئی ہے جس کا خلاصہ ترجمہ آخر میں درج ہے۔

فیض عفی عنہ

وعبد اللہ بن عمرو بن العاص ومجمع بن جاریة وابی شریحة وحذیفة بن اُسید رضی اللہ عنہم وفیہا دلالة علی صفة نزولہ ومکانہ من انہ بالشام بل بدمشق عند المنارة الشرقیة وان ذٰلک یکون عند اقامة صلوٰة الصبح وقد بنیت فی ھٰذہ الاعصار فی سنة احدی واربعین وسبع مائة منارة للجامع الاموی بیضاء من حجارة منحوتة عوضاً عن المنارة التی ھدمت بسبب الحریق المنسوب الی صنیع النصارٰی علیھم لعائن اللہ المتتابعة الی یوم القیامة وکان اکثر عمارتہا من اموالھم وقویت الظنون انہا ھی التی ینزل علیہا المسیح بن مریم علیہ السلام فیقتل الخنزیر ویکسر الصلیب ویضع الجزیة فلا یقبل الا الاسلام کما تقدم فی الصحیحین وھذا من اخبار النبی صلی اللہ علیہ وسلم بذالک وتقریر وتشریع وتسویغ لہ علی ذٰلک فی ذٰلک الزمان حیث تنزاح عللھم وترفع شبھھم من انفسھم ولھذا کلھم یدخلون فی دین الاسلام متابعین لعیسٰی علیہ السلام وعلی یدیہ ولھذا قال تعالٰی وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ الآیة وھذہ الآیة کقولہ وَاِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ وقری لَعَلَمٌ بالتحریک ای امارة ودلیل علی اقتراب الساعة وذٰلک لانہ ینزل بعد خروج المسیح الدجال فیقتلہ اللہ علی یدیہ کما ثبت فی الصحیح ان اللہ لم یخلق داءً الا انزل لہ شفاءً ویبعث اللہ فی ایامہ یأجوج ومأجوج فیھلکھم اللہ تعالٰی ببرکة دعائہ وقد قال تعالٰی حَتّٰٓی اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَھُمْ مِّنْ کُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ۔ الآیة۔

حاصل اس عربی عبارت کا طریق اختصار یہ ہے۔ کہ:۔

قتل اور صلب عیسٰی علیہ السلام کا نہیں ہوا جیسا کہ زعم یہود اور اکثر نصارٰی کا تھا بلکہ اُس حواری نوجوان کا جس پر شباہت مسیح علیہ السلام ڈالی گئی تھی اور عیسٰی علیہ السلام زندہ آسمان پر اُٹھائے گئے۔ اور دونوں ضمیریں بِہٖ اور مَوْتِہٖ عیسٰی علیہ السلام کی طرف ہیں۔ آیت وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ الآیة میں کیونکہ ماقبل میں ذکر انہی کا ہے۔ یا ضمیر بِہٖ مضمون بالا کی طرف یعنی مرفوع ہونا عیسٰی علیہ السلام کا۔ اور آثار صحابہ اور تابعین مثل ابن عباس وابی ہریرہ وعبداللہ بن مسعود ومجاہد وقتادہ وغیرہم کے اسی پر دال ہیں۔ اور ضمیر بہ کی محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا عیسٰی علیہ السلام کی طرف پھرنی اور موتہ کی اہل کتاب کی طرف یہ احتمال واقعہ میں درست ہے لیکن آیت مذکورہ سے اس مقام میں مراد نہیں اور عیسٰی علیہ السلام اُتریں گے آسمان سے قبل قیامت کے حاکم عادل توڑیں گے صلیب کو یعنی دین اسلام کے سوا اور دینوں کو باطل کریں گے دفع کرائیں گے خنازیر کو یعنی حکم قتل کا دیں گے۔ اہل کتاب سے سوا دین اسلام کے اور کچھ قبول نہ کریں گے۔ مال اس قدر ہوگا کہ کوئی قبول نہ کرے گا۔ لذت عبادت کی ایسی ہوگی کہ ایک سجدہ کل دنیا سے زیادہ لذیذ ہوگا حسد بغض، عداوت اور باقی صفات ذمیمہ نہ رہیں گی۔ شیر، اونٹ، چیتا، گائے، بھیڑیا، بکری، سانپ، لڑکے ایک دوسرے کے ساتھ چریں گے اور کھیلیں گے ضرر نہ دیں گے۔ عیسٰی علیہ السلام حج عمرہ ادا کریں گے مسیح سے قبل دجال کے زمانہ میں سخت قحط سالی ہوگی۔ اُس زمانہ میں طعام کی جگہ تہلیل تکبیر اور تسبیح سے حیات بسر کریں گے جب آسمان سے نازل ہوں گے تو امام مہدی علیہ السلام کو نماز میں آگے کھڑا کریں گے اور خود بھی بعد کو امام ہوں گے قتل کریں گے دجال کو جو ایک شخص معین ہے۔ اور ہلاک ہوگی قوم یاجوج ماجوج اُن کی برکت سے۔

واخرج البخاری فی تاریخہ والطبرانی عن عبداللہ بن سلام قال یدفن عیسٰی بن مریم مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصاحبیہ فیکون قبرہ رابعاً۔ اخراج کیا بخاری نے بیچ تاریخ اپنی کے اور طبرانی نے عبداللہ بن سلام سے۔ فرمایا عبداللہ بن سلام نے دفن کیے جائیں گے عیسٰی بیٹے مریم کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین کے پس ہوگی قبر مبارک اُن کی چوتھی۔

واخرج الترمذی وحسنہ عن محمد بن یوسف بن عبداللہ بن سلام عن ابیہ عن جدہ قال مکتوب فی التورٰیة صفة محمد وعیسٰی بن مریم یدفن معہ۔ اور اخراج کیا ترمذی نے ساتھ تحسین کے فرمایا عبداللہ بن سلام نے کہ صفت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

احادیثِ مبارکہ

قال ابن ابی حاتم حدثنا احمد بن سنان حدثنا ابو معاویة عن الاعمش عن المنھال ابن عمرو عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال لما اراد اللہ ان یرفع عیسٰی الی السماء خرج علی اصحابہ وفی البیت اثنا عشر رجلا من الحواریین۔ یعنی فخرج علیھم من عین فی البیت ورأسہ یقطر ماء فقال ان منکم من یکفر بی اثنا عشر مرۃ بعد ان اٰمن بی قال ثم قال ایکم یلقی علیہ شبھی فیقتل مکانی ویکون معی فی درجتی فقام شاب من احدثھم سنًّا فقال لہ اجلس ثم اعاد علیھم فقام ذٰلک الشاب فقال اجلس ثم اعاد علیھم فقام ذٰلک الشاب فقال انا فقال ھو انت ذاک فالقی علیہ شبہ عیسٰی ورفع عیسٰی من روزنۃ فی البیت الی السماء قال وجاء الطلب من الیھود فاخذوا الشبہ فقتلوہ ثم صلبوہ فکفر بہ بعضھم اثنی عشر مرۃ بعد ان اٰمن بہ وافترقوا ثلاث فرق فقالت فرقۃ کان اللہ فینا ماشاء ثم صعد الی السماء وھؤلاء الیعقوبیۃ۔ وقالت فرقۃ کان فینا ابن اللہ ماشاء ثم رفعہ اللہ الیہ وھؤلاء النسطوریۃ وقالت فرقۃ کان فینا عبداللہ ورسولہ ماشاء اللہ ثم رفعہ اللہ الیہ وھؤلاء المسلمون۔ فتظاھرت الکافرتان علی المسلمۃ فقتلوھا فلم یزل الاسلام طامسا حتّٰی بعث اللہ محمدًا صلی اللہ علیہ وسلم۔ وھذا اسناد صحیح الی ابن عباس ورواہ النسائی عن ابی کریب عن ابی معاویۃ بنحوہ وکذا ذکر غیر واحد من السلف انہ قال لھم ایکم یلقی علیہ شبھی فیقتل مکانی وھو رفیقی فی الجنۃ۔ (انتھٰی۔ تفسیر ابن کثیر)

ترجمہ:۔ فرمایا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب خداوندکریم نے عیسےٰ علیہ السلام کے آسمان پر اُٹھانے کا ارادہ کیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام مکان میں جو چشمہ تھا اُس سے باہر نکل کر اس حال میں کہ آپ کے سرِ مُبارک سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے اپنے بارہ حواریوں کے پاس تشریف فرما ہوئے اور فرمایا کہ بے شک تم میں سے ایک شخص مجھ پر ایمان لانے کے بعد بارہ مرتبہ کافر ہوگا۔ بعد ازاں فرمایا کہ کون شخص ہے تم میں سے جس پر میری شباہت ڈالی جائے اور میری جگہ وُہ مقتول ہو اور میرے درجہ میں میرے ساتھ رہے۔ پس ایک نوجوان شخص نے کھڑے ہو کر عرض کی کہ میں ہُوں یارسُول اللہ۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اُس کو فرمایا کہ تُو بیٹھ جا۔ اور آپ نے دوبارہ پھر اُسی لفظ کا اعادہ فرمایا پھر وُہی شخص کھڑا ہوا۔ غرض چوتھی مرتبہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تُو ہی وُہ شخص ہے۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت اُس شخص پر ڈالی گئی۔ اور عیسےٰ علیہ السلام مکان کے روشندان سے آسمان کی طرف اُٹھائے گئے۔ بعد ازاں یہود کے جاسُوس آئے اور اُس شبیہ کو پکڑا اور اُسی شبیہ کو مقتول اور مصلوب کیا۔ پھر بعض اشخاص بارہ مرتبہ عیسےٰ علیہ السلام سے پھر گئے بعد ایمان کے۔ اور اس کے بعد تین فرقے ہوگئے۔ ایک فرقہ اس امر کا قائل ہوا کہ ہم میں خدا رہا جب تک چاہا۔ پھر آسمان کی طرف چڑھ گیا۔ اس فرقہ کو یعقوبیہ کہتے ہیں۔ دُوسرے فرقے نے کہا کہ خدا کا بیٹا جب تک چاہا ہم میں رہا۔ بعدہٗ خداوندکریم نے اُس کو اُٹھالیا۔ اس گروہ کا نام نسطوریہ ہے۔ تیسرے فرقے کا یہ مذہب تھا کہ خدا کا بندہ اور اُس کا رسُول ہمارے گروہ میں رہا جب تک خداوندکریم نے چاہا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اُٹھالیا۔ اس گروہ کو مسلمان کہتے ہیں۔ پھر دونوں فرقے کافروں کے فرقۂ مُسلمہ پر غالب آئے اور اُس کو قتل کر ڈالا۔ پھر ہمیشہ اسلام معدوم رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلّم کو مبعوث فرمایا۔ اور یہ اسناد صحیح ہے ابنِ عباس کی طرف اور روایت کیا اس اثر کو نسائی نے ابی کریب سے اس نے ابی معاویہ سے مثل طریقِ مذکور کے۔ اور اسی طرح ذکر کیا بہتیروں عُلمائے سلف نے اس امر کو کہ فرمایا عیسےٰ علیہ السلام نے تم میں سے جس پر ڈالی جائے شباہت میری اور قتل کیا جائے میری جگہ وُہ رفیق میرا ہوگا جنت میں۔ انتھٰی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما وَاِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ قال نزول عیسٰی۔ (تفسیر دُرِّ منثور)

حاصل یہ ہے کہ عبد اللہ ابن عباس اور ابو ہریرہ اور مجاہد اور حسن رضی اللہ عنہم سے بطرق متعددہ مروی ہے کہ ضمیر اِنَّہٗ جو آیت وَاِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ میں ہے عیسٰی علیہ السلام کے نزول کی طرف پھرتی ہے۔ وقال الاحمد حدثنا ہاشم بن القاسم حدثنا شیبان عن عاصم بن النجود عن ابی رزین عن ابی یحیٰی مولی بن عقیل الانصاری قال قال ابن عباس رضی اللہ عنہما لقد علمت اٰیۃ من القراٰن الخ وَاِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ قال ھو خروج عیسٰی بن مریم علیہ السلام قبل یوم القیمۃ وقولہ سبحانہ وتعالٰی وَاِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ تقدم تفسیر ابن اسحاق ان المراد من ذٰلک ما یبعث بہ عیسٰی علیہ السلام من احیاء الموتٰی وابراء الاکمہ والابرص وغیر ذٰلک من الاسقام وفی ھذا نظر وابعد منہ ما حکاہ قتادۃ عن الحسن البصری وسعید بن جبیر ان الضمیر فی انہ عائد علی القراٰن بل الصحیح انہ عائد علی عیسٰی علیہ السلام فان السیاق فی ذکرہ ثم المراد بذٰلک نزولہ قبل یوم القیمۃ کما قال تبارک وتعالٰی وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ ای قبل موت عیسٰی علیہ السلام ثم یوم القیمۃ یکون علیھم شھیدا ویؤید ھذا المعنی القراءۃ الاخری وَاِنَّہٗ لَعَلَمٌ لِّلسَّاعَۃِ ای امارۃ ودلیل علی وقوع الساعۃ۔ قال مجاھد وَاِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ خروج عیسٰی ابن مریم علیہ السلام قبل یوم القیمۃ۔ وھکذا روی عن ابی ھریرۃ وابن عباس وابی العالیۃ وابی مالک وعکرمۃ والحسن وقتادۃ والضحاک وغیرھم وقد تواترت الاحادیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ اخبر بنزول عیسٰی علیہ السلام قبل یوم القیامۃ اماما عادلا الخ (تفسیر ابن کثیر)

حاصل۔ روایت کی امام احمد نے عبد اللہ ابن عباس سے اسناد صحیح کے ساتھ کہ فرمایا انہوں نے وَاِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ اے خروج عیسٰی علیہ السلام یعنی نزول اُن کا قبل قیامت کے یہی مروی ہے مجاہد۔ ابو ہریرہ۔ ابو عالیہ۔ ابو مالک۔ عکرمہ۔ حسن۔ قتادہ۔ ضحاک وغیرہم سے۔ اور یہی صحیح ہے بنظر ماقبل کے۔ اور اسی کو تائید دیتی ہے دوسری قرأۃ۔ اور آیۃ وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ الخ احادیث نزول کی بطریق تواتر بھی اسی کی تائید کرتی ہیں پس ضمیر اِنَّہٗ کی قرآن کی طرف پھیرنی غیر صحیح ہے سیاق اور اقوال صحابہ اور تابعین کی رُو سے۔ اور عیسٰی علیہ السلام کی طرف پھیرنی باعتبار زندہ کرنے اُن کے مُردوں کو وغیرہ وغیرہ یہ بھی غیر صحیح ہے بلحاظ تفسیر صحابہ اور تابعین کے اور بلحاظ سیاق ایضاً بنظر دقیق اعلم بالقرآن ابن عباس بروایت ابی صالح بھی اس آیت میں یونہی فرماتے ہیں۔

اب بخوبی واضح ہو چکا کہ مرزا صاحب ازالہ اوہام میں جو اِنَّہٗ کی ضمیر کا مرجع قرآن لکھتے ہیں غیر صحیح ہے۔ سیاق آیۃ اور تفاسیر صحابہ وتابعین کی رُو سے قولہ تعالیٰ وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْیَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُکَ مِنْہُ یَصِدُّوْنَ الخ اس آیۃ میں مِنْہُ کی ضمیر اور ایسا ہی اَمْ ھُوَ اور اِنْ ھُوَ اور اَنْعَمْنَا عَلَیْہِ اور جَعَلْنٰہُ یہ سب ضمائر ابن مریم کی طرف ہی راجع ہیں۔ مرزا صاحب اگر وَاِنَّہٗ کی ضمیر کو قرآن کی طرف پھراتے ہیں تو ان ضمائر مذکورہ کو بھی قرآن کی طرف راجع فرمائیں۔ تاکہ تحریف مضمون قرآن کریم کی بخوبی ہو جائے۔ نزول مسیح مستلزم ہے رفع جسمی اور حیات مسیح الی الآن اور بطلان مذہب مذکور کو۔

آٹھویں وجہ مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے من جملہ علامات قیامت کے خروج شخص معین مسمی بہ دجال یہود میں سے اور مسیح ابن مریم کا بعد نزول اُس کو قتل کرنا بیان فرمایا بمقتضائے آیت مذکورہ ہم کو ایمان بما جاء بہ الرسول علیہ السلام واجب اور انکار اس کا موجب کفر ہے۔ خیال رکھنا چاہیے کہ رفع جسمی مسیح اور نزول کا ثبوت چونکہ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ متواترہ سے نہایت واضح طریق پر ہو گیا تو بعد اس کے مومن بما جاء بہ الرسول علیہ السلام کو ہرگز ہرگز متوجہ ہونا اناجیل کی طرف باعث دھوکا کھانے یہود اور نصاریٰ کے اس مقام میں بوجہ القاء شبہ جائز نہیں اسی دھوکا کھانے اور تشکیک کی وجہ سے تواتر

36

کی تورات میں موجود ہے اور یہ بھی تورات میں ہے کہ عیسیٰ ابنِ مریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدفون ہوں گے۔

عن عائشۃ قالت قلتُ یارسول اللہ انی اریٰ انی اعیش بعدک فتأذن لی ان اُدفن الی جنبک فقال وانی لی بذالک الموضع مافیہ الاموضع قبری وقبرابی بکر وعمر وعیسٰی بن مریم۔ فرمایا حضرت عائشہؓ نے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں عرض کی کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میں آپ کے بعد زندہ رہوں گی۔ اگر اجازت ہو تو میں آپ کے پاس مدفون ہوں۔ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے پاس تو ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کے سوا اور جگہ نہیں ہے۔

عن عبداللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینزل عیسٰی بن مریم الی الارض فیتزوج ویولد لہ یمکث خمسا واربعین سنۃ ثم یموت ویدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسٰی بن مریم فی قبر واحد بین ابی بکرؓ وعمرؓ۔ رواہ ابن الجوزی فی کتاب الوفاء۔ روایت کیا ابنِ جوزی نے بیچ کتاب وفا کے عبداللہ بن عمرو سے کہا انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُتریں گے عیسیٰ بن مریم آسمان سے پس نکاح کریں گے اور صاحبِ ولد ہوں گے جب فوت ہوں گے مدفون ہوں گے ساتھ میرے پس کھڑے ہوں گے ہم دونوں ایک قبر (یعنی مقبرہ) درمیان ابوبکرؓ اور عمرؓ کے۔

اور روایت کیا ترمذی نے بعض اس حدیث کا جس میں روایت کیا بعض راویوں سے۔ وقد بقی فی البیت موضع قبر۔ یعنی قبر مبارک کے پاس جگہ خالی ہے واسطے عیسیٰ علیہ السلام کے محقق ابنِ جرزی فرماتے ہیں پاس عمرؓ کے مدفون ہوں گے۔ کیونکہ ہم کو خبر دی ہے بہتیروں نے حجرہ شریف کے اندر جانے والوں میں سے کہ خالی جگہ عمرؓ کی جنب میں ہے۔

آثار دربارہ مرفوع ہونے جسم مسیح اور احادیث نزول عیسیٰ علیہ السلام کی سوا اُن کے جو بیان کر چکا ہوں اور بھی بکثرت موجود ہیں جس کا جی چاہے تفسیر ابن کثیر اور تفسیر دُرِّ منثور اور تفسیر ابن جریر کو ملاحظہ فرمائے۔ اگر ان سے بھی اطمینان حاصل نہ ہو تو کنز العمال و مسندِ امام احمد وغیرہ کتبِ احادیث کو مطالعہ فرمائے۔ مگر مومن فہیم کے واسطے اس قدر آثار اور احادیث سے جو بیان کر چکا ہوں۔ یہ احادیث متواترہ ہیں۔ نزولِ مسیح کا جو مستلزم ہے رفع کو سب میں اتفاقی ہے زیادہ بیان ہونا افعال اور صفات کا بعض حدیثوں میں اور بعضوں میں کم۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ جس قدر اوصاف بذریعہ وحی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوئے اُن کو بیان فرمایا۔ سامع نے اُن کو یاد رکھا۔ پھر جب اور معلوم ہوئے اُن کو پھر بیان فرمایا۔ علیٰ ہذا القیاس۔ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ۔ یہی وجہ ہے کہ بعض راویوں میں سے بعض صفات اور احوال مروی ہیں دوسرے سے کچھ اور۔ کبھی ایک راوی کی روایت میں کمی بیشی ہوا کرتی ہے۔ اس کی بھی یہی وجہ ہے۔

احادیثِ نزول مروی ہیں ان اصحاب کبار وغیرہم سے۔ ابوہریرہ۔ عبداللہ بن مسعود۔ عثمان بن ابی العاص۔ ابی امامہ۔ نواس ابن سمعان۔ عبداللہ بن العاص۔ مجمع بن جاریہ۔ ابی شریحہ۔ حذیفہ بن اُسید۔ جابر۔ سمرہ بن جندب۔ عمرو بن عوف۔ عمران بن حصین۔ کیسان۔ حذیفہ بن یمان۔ عائشہ۔ عبداللہ بن عباس۔ انس رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

توضیح۔ معنے آیت وَإِن مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ الخ کا یہ ہے کہ اہلِ کتاب موجودہ میں سے وقت نزولِ مسیح کے قبل از موت اُن کے ہر ایک ایمان لائے گا ساتھ واقعیت مضمون بالا کے یعنی اُٹھایا جانے اُن کے آسمان کی طرف۔ اور ساتھ اس کے کہ وہ نبی صادق گذرے ہیں اپنے وقت میں۔ یہود گذشتہ ہمارے مُفتری اور کافر بہ نبیِ صادق تھے۔ یہی مراد ہے آیۃ وَإِن مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ سے۔ اسی لیے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا ابوہریرہؓ وقتِ بیانِ حدیث بخاری والذی نفسی بیدہ لیوشکن الخ کے آیۃ مذکورہ کو نزولِ مسیح ابن مریم پر شاہد لاتے ہیں۔ اور اس استشہاد سے ہر ایک عاقل ادنیٰ تدبر سے معلوم کر سکتا ہے کہ اس حدیث مذکور میں جس کا مضمون یہ ہے۔ قسم ہے مجھ کو اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ضرور ہی اُتریں گے تم میں مریم کے بیٹے حاکم بشرع محمدی

ہی یقتل الخنزیر میں تو تاویل سے کام لیتے ہیں اَور ابنِ مریم سے مثیل اُن کا مُراد لینے میں ماوّل کو مُلحد قرار دیتے ہیں) معروض خدمت ہے کہ علماءِ اسلام کس طرح پر تاویل کرسکیں۔ بعدازاں کہ نصُوصِ قرآنیہ سے بہ تفسیر ابنِ عباس رفعِ جسمی اَور نزُولِ مسیح صاحبِ انجیل کے ساتھ ایمان لاچکے ہوں۔ اَور پیشین گوئیاں جلغی اَور تاکیدی طور پر اُسے مسیح کے بارہ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بطریقِ تواتر معنوی سُن چکے ہوں جس میں امکانِ تاویل بہ مثیل بھی گنجائش نہیں رکھتا۔ مثلاً شبِ معراج مسیح ابنِ مریم کا بوقت گفتگو ہونے کے قیامِ قیامت کے بارہ میں فرمانا کہ تعیینِ وقت تو مَیں نہیں کرسکتا مگر میرے ساتھ میرے رب نے عہد کیا ہے کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تُو زمین پر اُتر کر دجال اَور قومِ یاجوج ماجوج کو ہلاک نہ کرے گا۔ الخ (تفسیر دُرِّ منثور اَور ابنِ کثیر اَور خازن) اخرجہ احمد جیسا کہ اُوپر بیان کیا گیا اسناد اَور متن اِس حدیث کا احادیث نزُول میں جس کا اوّل یہ ہے قال احمد حد ثنا ھشیو عن العوام بن حوشب عن جبلة بن سحیو عن مؤثر بن غفارة عن ابن مسعُود عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلو قال لقیت لیلة اسری بی ابراھیو وموسٰی وعیسٰی علیھو السّلام۔ اَور بھی روایت کیا اِس حدیث کو ابنِ ماجہ نے ساتھ اسناد دُوسرے کے۔ شاید مرزا صاحب ہی نے شبِ معراج میں بیان معاہدہ رب کا جواب مذکُور تو اب ہے کیا ہو۔ اِس مضمُون کا اقرار کرنا بہ نسبت باقی افترآآت کے اُن کے سامنے کچھ بڑی بات نہیں۔

الغرض عُلماءِ اسلام بعد ایمان بما جاء بہ الرسول علیہ السّلام کس طرح حدیث مذکُور میں ابنِ مریم سے مثیل اُن کا مُراد لیں اَور ایمان اپنا ضائع کریں اَور دُنیا میں بھی مولوی کے مولوی رہیں۔ جناب مرزا صاحب کو اِتنا فائدہ تو ہے کہ لقبِ عیسویت اَور شانِ مہدویت چند سادہ لوحوں کے سامنے حاصل کیا۔ عُلماءِ بے چاروں کو کیا فائدہ ؟ جنابِ عالی! یہی وجہ ہے کہ عُلماء کی ابنِ مریم سے مثیل اُن کا نہ لینے کی۔ باقی رہا فقرہ یکسر الصلیب اَور ایسا ہی ویقتل الخنزیر میں تعذرِ حقیقت دلیل ہے اِرادہ مجاز کی۔ شاید آپ کے نزدیک وقوعِ مجاز ایک فقرہ کلام میں دلیل ہے سب کے سب فقراتِ کلام کے مجاز ہونے پر۔ ایسے خانہ زاد اصُول کے ایسے ہی نتائج ہوا کرتے ہیں۔ اَور رہا تطبیق بین الآیات میں بعد اس کے کہ استشہاد بہ محاورہ قرآنیہ وعرف قرنِ اوّل ولُغت کے ہو کچھ ضرور نہیں کہ وجہ تطبیق ایک ہی معنے اَور احتمال میں منحصر رکھی جاوے۔ ابنِ عباس اَور سائر مفسّرینِ صحابہ میں سے بعد مراعاۃ مذکُور کے وجُوہ تطبیق میں اقوال متعددہ بیان فرماتے ہیں۔ بلکہ بحسب لا یکون الرجل فقیھا کل الفقه حتّٰی یرٰی للقرآن وجوھًا کثیرة کے کمال تفسیر دانی کا معیار عدم حصر کو ٹھہرایا گیا ہے۔

اَب ہم لفظ تَوَفّی کا معنے سوائے معنے موت کے قرآنِ کریم اَور لُغت سے ثابت کرکے وجہ تطبیق بین الآیات بیان کرتے ہیں۔ توفّی ماخوذ ہے وَفا سے۔ وفا کا معنے پُورا ہونا کہتے ہیں۔ فلانی شے کافی وافی ہے یعنی پُوری۔ ایفاء کا معنے پُورا کرنا۔ اَور توفّی تفعّل ہے بمعنے استفعال کے یعنے استیفا جس کا ترجمہ پُورا لینا۔ لُغت کی کتابیں مثل صحاح اَور صراح اَور قاموس وغیرہ۔ اَور ایسا ہی تفاسیر سب متفق ہیں معنے مذکور پر۔ اَور یہ امر بھی نہایت ہی قابلِ غور ہے کہ لُغت اَور تفاسیر میں مستعمل فیہ کو بیان کرتے ہیں۔ گو کہ موضوع لہٗ نہ بھی ہو۔ بلکہ فرد ہی اس کا ہو۔ یا کسی نوع کا علاقہ معنے موضوع لہٗ سے رکھتا ہو جیسا کہ لفظ اِلٰہ جس کا معنے معبُودِ مُطلق ہے واجب ہو یا مُمکن۔ اَور الٰہ بمعنے معبُوداتِ مطلقہ کے۔ کواکب ہوں یا بُت یا آدمی۔ حالاں کہ بہت اہلِ لُغت اَور مفسّرین بھی تفسیر اِلٰہ کی اصنام کے ساتھ کردیتے ہیں۔ صراح وغیرہ کُتبِ لُغت کو اِلٰہ کے متعلق دیکھیں۔ اَور تفسیر ابنِ عباس کو متعلق اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَاءٍ کے مُلاحظہ فرمائیں کہ اَمْوَاتٌ۔ اَصْنَامٌ لکھتے ہیں۔ ہر سلیم الطبع پر ظاہر ہے کہ اصنام یعنی بُت معنی موضوع لہٗ لفظ اِلٰہ کا نہیں بلکہ ایک فرد ہے معنی موضوع لہٗ کا جو معبُوداتِ مطلقہ اُوپر بیان کیا گیا ہے۔ بودے لوگ اُردُو خوان رسمی مولوی ایسے مقامات کو دیکھ کر دھوکا کھا جاتے ہیں یعنی یہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ بھی بیان معنے وضعی کا ہے۔ بلکہ اسی کو حصر کے طور پر بہ نسبت اس مطلق کے موضوع لہٗ قرار دیتے ہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ مطلق کو فرد سے ممتاز نہیں کرسکتے۔ الغرض۔ الفاظ مشتقہ میں معنے حقیقی کبھی اَور ہوتا ہے اَور مستعمل فیہ اَور۔ مانحن فیہ میں بھی مرزا صاحب اَور اُن کے اتباع کو یہی دھوکا لگا ہوا ہے۔ لُغت کی کتابوں میں جو دیکھا کہ توفّی کا معنے موت بھی ہے۔ اَور صحیح

marfat.com

بُخاری میں مُتَوَفِّيكَ کی تفسیر ابنِ عباسؓ نے مُمِيتُكَ سے کی تو اس اِشتباہ مذکور میں پڑ گئے۔

مَیں جانتا ہُوں کہ یہ لوگ اِلٰہ اور اموات کا معنےٰ اصنام ہی خیال کرتے ہوں گے۔ ورنہ توَفّی سے معنےٰ موت ہی کا لینے میں ایسے مستحکم نہ ہوتے۔ فی الواقع یُوں ہے کہ توَفّی اور اِستیفا میں بجز پُورا لینے کے اور کچھ ماخوذ نہیں۔ توَفّی نے جس کے ساتھ تعلق پکڑا ہے دیکھا جائے گا وُہ کیا چیز ہے۔ رُوح ہوگی یا غیر رُوح۔ اگر رُوح ہے تو پکڑنا رُوح کا پھر منقسم ہے دو قسموں پر۔ ایک تو اس کا پکڑنا مع الاِمساک یعنے پکڑنے کے بعد نہ چھوڑنا اس کا نام تو موت ہے۔ موت کے مفہوم میں دوام توَفّی کے مفہوم سے علاوہ اِعتبار کیے گئے۔ ایک رُوح دُوسرا اِمساک۔ دُوسرا قسم توَفّی کا نیند ہے جس کے مفہوم میں قیدِ رُوح اور اِرسال یعنے چھوڑ دینا ماخوذ ہے۔ الحاصل موت اور نیند دونوں فرد ہُوئے توَفّی کے (تفسیر کبیر، ابنِ کثیر، شرح کرمانی صحیح بُخاری) اور متعلق توَفّی کا اگر غیر رُوح ہو تو وُہ بھی یا جسم مع الرُّوح ہوگا جیسا کہ اِنِّي مُتَوَفِّيكَ یا اور چیز جیسا کہ توفیت مالی (قاموس) بیان اس امر کا جو مذکور ہو چکا ہے یعنی توَفّی کا معنےٰ فقط کسی شے کا پُورا لے لینا ہے۔ عام اس سے کہ وُہ شے رُوح ہو یا غیر رُوح اور بر تقدیر رُوح ہونے کے متقید بارسال ہو یا باِمساک نص سے بھی ثابت ہے یعنی قرآن کریم کی اس آیت سے جس سے خُداوند کریم کو اظہارِ تصرّف اور قُدرت اپنی کا اِسی پیرایہ میں منظُور ہے کہ اللہ تعالیٰ اَرواح کو بعد القبض کہیں تو بند کر رکھتا ہے اور کبھی چھوڑ دیتا ہے۔ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا الخ اللہ تعالیٰ قبض فرماتا ہے اَرواح کو حالتِ موت اور نیند میں فقط اتنا ہی فرق ہے کہ موت میں اِمساک اور نیند میں اِرسال ماخوذ ہے۔ اس آیت میں تو اِستعمال لفظ توفی کا مُشترک میں ظاہر ہے یعنی فقط قبض اور اَرواح مدلول ہے لفظ انفس کا اور آیت وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُمْ بِاللَّيْلِ الخ میں مستعمل ہے نیند میں جو فرد ہے مفہوم توَفّی کا یعنی قبض کا۔ اور آیت وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ الخ وغیرہ آیات میں مدلُول اس کا موت ہے جو مجملہ افراد اُسی توَفّی کے ہے يَا عِيسَىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ میں اور ایسا ہی فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي میں بھی معنی موت کا مُطابق بعض نظائرِ قرآنیہ اور غیر قرآنیہ کے جیسا کہ توفی اللہ زیدا توفی اللہ عمروا توفی اللہ بکرا وغیرہ وغیرہ لیا جاتا۔ اگر نص بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ کی رفع جسمی مسیح بن مریم پر شہادت نہ دیتی جیسا کہ لکھ چکا ہوں۔ یا آیات وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ الخ اور وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِلسَّاعَةِ۔ اور احادیثِ صحیحہ جو دال ہیں اُسی رفع جسمی پر استلزاماً وارد نہ ہوتیں۔ کیونکہ جب ایک شخص کا بخصُوصہ نص سے حکم معلُوم ہو جائے تو عمُوم آیات میں جو برخلاف اُس حکم کے ہوں داخل نہیں ہوتا۔ اور نہ وُہ لفظ جو مستعمل اُس کے بارہ میں ہے محمُول ہوتا ہے اپنے نظائر پر۔ دیکھو آدم علیہ السّلام کی پیدائش کا حال جب نص خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ سے معلوم ہو چکا تو پھر أَلَمْ نَخْلُقْكُمْ مِنْ مَاءٍ مَهِينٍ اور ایسا ہی خُلِقَ مِنْ مَاءٍ دَافِقٍ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ سے مستثنےٰ ہے اور قول قائل کا خلق اللہ ادم محمُول نہ ہوگا اپنے نظائر پر یعنی خَلَقَ اللّٰهُ زيدًا خَلَقَ اللّٰهُ بكرًا وغیرہ وغیرہ جو کروڑہا سے زائد ہیں یعنی یہ نہ کہا جائے گا کہ کیفیتِ خلقتِ آدم وغیرہ بنی نوع یکساں ہے۔ ایک معنی کا بکثرت مستعمل فیہ ہونا دلیل ارادہ اُس کی درصورت قیام قرینہ صارفہ کے جو یہاں پر نص بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ کی ہے نہیں ہو سکتی۔ اَب ہر ایک صاحبِ فہم اور مُنصف پر ظاہر ہو گیا ہوگا کہ يَا عِيسَىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ اور ایسا ہی فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي میں توَفّی سے معنے موت کا لینا اور تقدیم تاخیر نہ کہنی اور معنی موت کے اِرادہ پر شہادت نظائر مثل وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وغیرہ وغیرہ پیش کرنی۔ منشاء اس کا بغیر از جہالت اور کیا قرار دیا جائے۔

تعجب ہے کہ جناب مرزا صاحب ازالۂ اوہام اور ایّام الصلح میں کہیں تو اِستعمال لفظ توَفّی کو حسب محاورہ قرآنِ کریم کے معنے موت ہی میں منحصر کہتے ہیں اور کہیں وجہ اطلاق توَفّی کی نیند پر النوم اخ الموت کو قرار دیتے ہیں۔ ایک تو دھوکا موضوع لہٗ کے فرد کو عین موضوع لہٗ سمجھنے کا کھایا۔ اور دُوسرا اطلاق المطلق علی بعض افرادہٖ کو از قبیل اطلاق الفرد علی الفرد سمجھ لیا۔ ازالہ ص ۳۳۲ اور پھر بعد دعویٰ حصر مذکور کے قائل باستعمال توَفّی بنیند میں بھی حسب محاورہ قرآن کریم ہُوئے۔

الغرض۔ آیۃ يَا عِيسَىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ میں یا تو معنے موت کا لے کر مع قول بہ تقدیم تاخیر فی الآیۃ اور فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي سے معنے رفع کا

marfat.com

اُن کا بھی قابلِ اِعتبار نہیں کیونکہ اجتماعِ شکوک سے یقین حاصل نہیں ہوتا۔ واقعہ قتل اور صلبِ مسیح جو اناجیل میں مذکور ہے۔ اور ایسا ہی اِفترا، یہود کہ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ الخ کہتے تھے ان کی تکذیب نص وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ اور مَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ سے ہو چکی جیسا کہ مسیح ابن مریم نے خود برنباس کو فرمادیا تھا کہ اے برنباس چونکہ حواری اور والدہ ہماری دُنیا وی محبت سے مجھے ابن اللہ کہتے تھے یعنی اُس معنے سے جو کسی کے لائق نہیں۔ خُداوند نے چاہا کہ قیامت کے دن مجھ پر ہنسی نہ ہو۔ تو دُنیا میں یہود کی مصلوبیت اور موت سے مجھے بدنام نہ کرنا۔ لیکن یہ غلطی تاوقتِ تشریف آوری محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوگی جب وُہ تشریف لائیں گے تو اس غلطی کو دفع فرمائیں گے انجیل برنباس ادریس کا قول نامہ یہودا میں اسی مضمون پر دال ہے کہ لوگ صاحب یعنی مسیح پر ہنسیں گے اور جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوں گے تب لوگوں کو سزا دیں گے۔ مطابق اس پیشین گوئی مسیح کے قرآن کریم نے برأت مسیح کی تہمت قتل اور مصلوبیت سے بیان فرمائی جیسا کہ اصل واقعہ یعنی رفع مسیح علی السماء کو ذکر کیا۔ کیونکہ رفع اِلیَ اللہ اور رفع علی السماء مساوق ہیں۔

الغرض کُتبِ سابقہ میں سے جس مضمون کی تکذیب قرآن کریم یا احادیثِ صحیحہ متواترہ سے ہوگئی ہو ہرگز قابلِ اِعتبار نہیں۔ اور جس مضمون کا مصدق قرآنِ کریم ہو اُس کی نقل بطریقِ استشہاد لا من حیث الاعتضاد جائز ہوگی جیسا کہ حدیث بخاری بلّغوا عنی ولو اٰیةً وحدّثوا عن بنی اسرائیل ولاحرج الخ کے محل کی یہی صورت ہے اور جس کی تصدیق اور تکذیب دونوں سے قرآن کریم ساکت ہو۔ اُس کے بارہ میں مومن کو چاہیئے کہ مطابق حدیث شریف لاتصدقوھو ولاتکذبوھو کے نہ تصدیق اُس کی کرے اور نہ تکذیب۔ (تفسیر ابنِ کثیر) بنا علیہ جس مقام میں روایت اناجیل کی مطابق نص قرآن کریم یا احادیث متواترہ کے ہو نقل اس کی جائز ہے جیسا کہ رسُولوں کے اعمال۔ پہلا باب۔ ۹ درس۔ اور وُہ یہ کہہ کے اُن کے دیکھتے ہُوئے اُوپر اُٹھایا گیا اور بدلی نے اُسے اُن کی نظروں سے چھپا لیا۔ ۱۰۔ اور اُس کے جاتے ہُوئے جب وے آسمان کی طرف تک رہے تھے دیکھو دو مرد سفید پوشاک پہنے اُن کے پاس کھڑے تھے۔ ۱۱۔ اور کہنے لگے۔ اے جلیلی مردو تم کیوں کھڑے آسمان کی طرف دیکھتے ہو۔ یہی یسُوع جو تمہارے پاس سے آسمان پر اُٹھایا گیا ہے اُسی طرح جس طرح تم نے آسمان کو جاتے دیکھا پھر آوے گا! اس میں فقرہ (پھر آوے گا) مُطابق آیۃ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ الخ اور آیۃ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ اور احادیث نزُول کے ہے۔

سوال۔ افقہ الناس ابن عباس نے مُتَوَفِّيْكَ کا معنے مُمِيْتُكَ کا لیا ہے بنا ءً علیہ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ کا معنے یہ ہوا کہ اے عیسےٰ میں تجھے مارنے والا ہُوں۔ اِسی طرح فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِىْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ میں بھی۔ اس سے جب وفاتِ مسیح بن مریم ثابت ہو چکی تو بالضرور بَل رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ میں رَفع سے رَفعِ رُوحانی لینا پڑے گا۔ اور احادیث نزُولِ مسیح واجب التاویل ہوں گی۔ کیونکہ مرنے کے بعد ارواحِ مقربین بشہادت قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ اور فَادْخُلِىْ فِىْ عِبٰدِىْ وَادْخُلِىْ جَنَّتِىْ اور احادیثِ صحیحہ کے جنت میں داخل ہوتی ہیں۔ بعد ازاں بموجب آیۃ وَمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ جنت سے نکالی نہیں جاتیں۔ بناءً علیہ مسیح ابن مریم بعد مرجانے کے دوبارہ دُنیا میں ہرگز نہیں آسکتے۔

جواب۔ افقہ الناس ابنِ عباسؓ کا فیصلہ ہم کو بسر وچشم منظور ہے۔ مگر پہلے آپ علیٰ رؤس الاشہاد اقرار کرلیویں کہ ہم بھی افقہ الناس کے قول سے منحرف نہ ہوں گے۔ اِنسان معاملہ سے پہچانا جاتا ہے۔ ناظرین ازالہ اور ایام الصلح سے معلوم کرسکتے ہیں۔ کیا آپ نے قِصّہ عودِ ایلیا سے جو کتاب سلاطین میں مذکور ہے اپنے دعوے پر تمسک نہیں پکڑا اور اُسی کتاب میں صعُودِ ایلیا بجسدہ العنصری جو مذکور ہے پھر اس سے منحرف نہیں ہُوئے۔ یا مسیح کے مصلُوب ہونے میں پہلے اناجیل اربعہ سے کام لے کر بعد ازاں رفع جسمی سے جو کتابِ اعمال میں صراحۃً مذکور ہے منحرف نہیں ہُوئے۔ یا توفّی کے معنے لینے میں ابنِ عباس کو اَعلم بالقرآن سمجھ کر مقتدیٰ بنا کے اور اُن کی اِتباع کا دم بھر کے بعد ازاں آیت بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ اور ایسا ہی وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ اور فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِىْ اور قَبْلَ مَوْتِهٖ کے معنے میں جو وَاِنْ مِّنْ

الصّلیب ویتبرأ مما نحلته النصاریٰ ثم قال ما فعل بنبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قلنا قبض فبکیٰ بکاءً طویلاً حتّٰی خضبت لحیتہٗ بالدموع ثم قال فمن قام فیکم بعدہ قلنا ابوبکر قال ما فعل بہ قلنا قبض قال فمن قام فیکم بعدہٗ قلنا عمر قال اذا فاتنی لقاء محمد فاقرءوا عمر منی السّلام وقولوا لہٗ یا عمر سدّد وقارب فقد دنا الامر واخبروہ بھذہ الخصال التی اخبرکم بھا وقولوا یا عمر اذا ظھرت ھذہ الخصال فی امۃ محمد علیہ السّلام فالھرب الھرب اذا استغنی الرجال بالرجال والنساء بالنساء وانتسبوا فی غیر مناصبھم وانتموا الی غیر موالیھم ولم یرحم کبیرھم صغیرھم ولم یوقر صغیرھم کبیرھم وترک الامر بالمعروف فلم یؤمر بہ وترک النھی عن المنکر فلم ینہ عنہ وتعلم عالمھم العلم لیجلب بہ الدنانیر والدراھم وکان المطر قیظا وطولوا المنابر وفضضوا المصاحف وزخرفوا المساجد واظھروا الرشی وشیدوا البناء واتبعوا الھویٰ وباعوا الدین بالدنیا واستخفوا الدماء وانقطعت الارحام وبیع الحکم واکل الربا وصار التسلط فخرا والغنی عزًا وخرج الرجل من بیتہ وقام الیہ من ھو خیر منہ ورکبت النساء السروج قال ثم غاب عنّا فکتب بذالک نضلۃ الی سعد وکتب سعدٌ الی عمر فکتب عمر الیہ اذھب انت ومن معک من المھاجرین والانصار حتی تنزل بھذا الجبل فاذا لقیتہ فاقرءہ منی السلام فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان بعض اوصیاء عیسٰی بن مریم نزل بھذا الجبل بناحیۃ العراق فنزل سعد فی اربعۃ اٰلاف من المھاجرین والانصار حتی نزل بالجبل وبقی اربعین یوما ینادی بالاذان فی وقت کل صلوٰۃ فلم یجدہ۔

ترجمہ۔ فرمایا ابنِ عُمرؓ نے کہ میرے والد عُمرؓ بن الخطاب نے سعد بن وقاص کی طرف لکھا کہ نضلہ انصاری کو حلوان عراق کی جانب روانہ کرو تاکہ وہاں جاکر مالِ غنیمت اِکٹھا کریں پس روانہ کیا سعد نے نضلہ انصاری کو جماعت مجاہدین کے ساتھ ان لوگوں نے وہاں پہنچ کر بہت مالِ غنیمت کا حاصل کیا اور اُن سب کو لے کر واپس ہُوئے تو آفتاب غروب ہونے کے قریب تھا پس نضلہ انصاری نے ٹھہرا کر اُن سب کو پہاڑ کے کنارے ٹھہرایا اور خود کھڑے ہوکر اذان دینی شرُوع کی جب اللہ اکبر اللہ اکبر کہا تو پہاڑ کے اندر سے ایک مجیب نے جواب دیا کہ اَے نضلہ تُو نے بہت خُدا کی بڑائی کی۔ پھر نضلہ نے اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا تو اُسی مجیب نے جواب میں کہا کہ اَے نضلہ یہ اخلاص کا کلمہ ہے۔ اور جس وقت نضلہ نے اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہا تو اُسی شخص نے جواب دیا کہ یہ نام پاک اُس ذات کا ہے جس کی بشارت عیسےٰ بن مریم نے ہم کو دی تھی اور یہ بھی فرمایا تھا کہ اِسی نبی کی اُمّت کے اخیر میں قیامت قائم ہوگی۔ پھر نضلہ نے حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ کہا تو مجیب نے فرمایا کہ خوشخبری ہے اُس شخص کے لیے جس نے ہمیشہ نماز ادا کی۔ پھر جس وقت نضلہ نے حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کہا تو مجیب نے جواب دیا کہ جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اُس شخص نے نجات پائی۔ پھر جب نضلہ نے اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہا تو وُہی پہلا جواب مجیب نے دیا۔ جب نضلہ نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پر اذان ختم کی تو مجیب نے فرمایا اَے نضلہ تم نے اخلاص کو پُورا کیا۔ تمہارے بدن کو خداوندکریم نے آگ پر حرام کیا۔ جب نضلہ اذان سے فارغ ہُوئے تو صحابہ کرام نے کھڑے ہوکر دریافت کرنا شروع کیا کہ اَے صاحب آپ کون ہیں۔ فرشتہ یا جن یا انسان۔ جیسے اپنی آواز آپ نے ہم کو سُنائی ہے اُسی طرح اپنے آپ کو دکھایئے۔ اِس واسطے کہ ہم خُدا اور اُس کے رسُول اور نائبِ رسُول عُمرؓ بن الخطاب کی جماعت ہیں۔ پس پہاڑ پھٹا۔ اور ایک شخص باہر نِکل آئے (جن کا سر مُبارک بہت بڑا چکّی کے برابر تھا اور سر اور ڈاڑھی کے بال سفید تھے اور اُن پر دو پُرانے کپڑے صُوف کے تھے) اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا۔ ہم نے وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہہ کر دریافت کیا کہ آپ کون ہیں۔ فرمایا کہ میں زریب بن برثملا وصیِ عیسےٰ بن مریم ہُوں۔ مجھ کو عیسٰی علیہ السّلام نے اِس پہاڑ میں ٹھہرایا ہے اور اپنے نزُول من السّماء تک میری درازیِ عُمر کے لیے دُعا فرمائی جب وُہ اُتریں گے تو خنزیر کو قتل کریں گے اور صلیب کو توڑیں گے اور بیزار ہوں گے نصاریٰ

marfat.com

ابنِ عباسؓ کی طرح لینا پڑے گا۔ یا ہر دو جگہ معنی قبض کا لیں گے۔

پھر مکرر عرض کرتا ہُوں کہ جب حسبِ نص بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کے رفع جسمی اور حیات اِلی الآن مسیح کی ثابت ہو چکی تو پھر آپ کو تاویلِ احادیث پر کون سا باعث رہا۔ کیونکہ باعثِ تاویل تو یہی تھا کہ آپ مُتَوَفِّيْكَ اور فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ سے موت مسیح ثابت کر کے رفع کو قربِ منزلت اور نزول کو ظہور پر محمول فرماتے تھے۔ اور مسیح بن مریم سے بطریقِ استعارہ مثیلِ مسیح لیتے تھے تشریح سب آیات کی حسب محاورہ قرآنِ کریم و شہادت سیاق سے اثباتِ حقیت عقیدہ اجماعیہ کا کامل طور پر ہو گیا لکھ چکا ہُوں۔ بعد عدم تعذر معنے حقیقی بلکہ واجب الارادہ ٹھہرنے اُس کے وقوعِ استعارات کی اگر لاکھوں نظیریں آپ بیان فرماویں تو بھی ما نحن فیہ میں دلیل ارادہ مجاز نہیں ہو سکیں گی۔

مرزاجی اور اُن کے مُریدوں سے ایک دلچسپ واجبی مطالبہ

مَیں کہتا ہُوں آپ عُلماء کرام سے بڑے اصرار سے ہر معنے پر شہادت محاورہ قرآنیہ طلب فرماتے ہیں آپ لفظ عیسیٰ بن مریم سے مثیل اُن کا مُراد لینے پر محاورۂ قرآنی یا سوائے ما نحن فیہ یعنی احادیث نزول کی کوئی حدیث صحیح بتلاویں ہرگز نہیں بتلا سکتے۔ نہایت حیرت انگیز تو یہ امر ہے کہ آج تک مسیح موعود یعنی آپ نے فقرہ يَقْتُلُ الْخِنْزِيْرَ وَيَكْسِرُ الصَّلِيْبَ کے سارے کرۂ زمین کے اُوپر سے فقط اپنے معتقدوں کو مسلمان کیا۔ کیا بغیر اُن کے یہود و نصاریٰ و ہنود سب حق پر ہیں۔ اور یہی بے چارے خنزیر خور اور صلیب پرست علاوہ تمام دُنیا کے تھے جن کو آپ ہی نے قتل اور کسر فرما کر موحد بنایا؟ ہرگز نہیں۔ یہ لوگ تو اوّل ہی سے موحد تھے۔

سوال۔ ابنِ عباس کی تفسیر جو متعلق بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ اور وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اور وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ اور فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ کے ہے۔ بُخاری میں تو مذکور نہیں۔ اُس میں فقط مُتَوَفِّيْكَ کی تفسیر مُمِيْتُكَ مذکور ہے۔

جواب۔ عدم ذکرِ بخاری دلیل عدم صحت کی نہیں ہو سکتی۔ امام بُخاری خود فرماتے ہیں۔ ما ادخلت فی کتاب الجامع الا ما صح و ترکت کثیرا من الصحاح لحال الطول یعنی بہتیری حدیثیں صحیحہ میں نے ذِکر نہیں کیں اپنی کتاب جامع یعنی صحیح بُخاری میں۔ نہایت تعجب ہے کہ اگر عدمِ ذکر امام بُخاری دلیل صحیح نہ ہونے کی ہے تو پھر آپ استدلال اُن احادیث سے جو بُخاری میں نہیں کیوں پکڑتے ہیں۔ مثلاً لَا الْمَهْدِيُّ اِلَّا عِيْسٰى۔ لَوْ كَانَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى الخ وغیرہ وغیرہ۔ یا بغیر بُخاری کے اور کوئی کتاب قابلِ استشہاد نہیں تو ازالۂ اوہام کے صفحہ ۳۴۱ میں آپ کشاف اور معالم اور تفسیر رازی اور ابنِ کثیر اور مدارک اور فتح البیان کے حوالے کیوں دیتے ہیں ہم بھی اُسی ابنِ کثیر کو پیش کرتے ہیں۔

سوال۔ آیۃ یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ میں تقدیم تاخیر کہنا اور ترتیب قرآنی کو بگاڑنا اور ایسا ہی فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ سے معنی رفع کا مُراد لینا یہ الحاد اور تحریف ہے۔ قرآن شریف میں اوّل سے آخر تک بلکہ صحاح ستہ میں بھی انہی معنے کا یعنی موت کا التزام ہے۔ ازالۂ اوہام کے صـ۶۰۱ اور صـ۹۲۲ کا خلاصہ یہ ہے۔

جواب مَیں نے پہلے ہی عرض کیا تھا کہ آپ ابنِ عباسؓ کی اِتباع سے آخر کار منحرف ہوں گے۔ اَب ویسا ہی ظاہر ہؤا۔ مزید برآں (العیاذ باللہ) اُن کو ملحد اور محرف بھی ٹھہرایا۔ جیسا کہ باقی مفسرینِ اہلِ اسلام کو سلف سے خلف تک جنہوں نے معنے قبض یا رفع کا لیا ہے۔ جنابِ عالی! اتنی جرأت اور گستاخی ایک عامی مسلمان کے بارہ میں بھی نہ چاہیے چہ جائے کہ صحابہ کرام اور ائمۂ سلف کے حق میں۔

ناظرین! آیاتِ قرآنیہ کو جن میں وقوعِ تقدیم و تاخیر سب کے نزدیک واجب التسلیم ہے جیسا کہ پہلے لکھ چکا ہُوں ملاحظہ فرمائیں[1]۔ اور معنے

[1] فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً کے تفسیر ابنِ عباس وغیرہ وغیرہ۔ ۱۲ منہ۔

marfat.com

کے اختراع سے۔ پھر دریافت کیا کہ وُہ نبیِ صادق بالفعل کس حال میں ہیں۔ ہم نے عرض کی کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ اُس وقت بہت روئے۔ یہاں تک کہ آنسوؤں سے تمام داڑھی بھیگ گئی۔ پھر پُوچھا اُن کے بعد کون تم میں خلیفہ ہوا۔ ہم نے جواب دیا کہ ابوبکر۔ پھر فرمایا کہ وُہ کیا کرتے ہیں۔ ہم نے کہا کہ وُہ وفات پا گئے۔ فرمایا کہ اُن کے بعد کون تم میں خلیفہ ہے۔ ہم نے عرض کیا کہ عمرؓ۔ پھر فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت تو مجھے میسّر نہ ہوئی۔ پس تم لوگ میرا سلام عمرؓ کو پہنچائیو۔ اَور کہیو کہ اے عمرؓ عدل و انصاف کر اس واسطے کہ قیامت قریب آگئی ہے۔ اَور یہ واقعات جو میں تم سے بیان کرُوں گا اُن سے عمرؓ کو خبردار کیجیو اَور کہیو کہ اے عمرؓ جس وقت یہ خصلتیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت میں ظاہر ہو جائیں تو کنارہ کشی کے سوا مفر نہیں۔ جس وقت مرد مردوں سے بے پرواہ ہوں اَور عورت عورتوں سے اَور مقرر ہوں گے اپنے منصب[1] کے خلاف۔ اَور ادنیٰ نسب والے اعلیٰ کی طرف اپنے آپ کو منسُوب کریں اَور بڑے چھوٹوں پر رحم نہ کریں۔ اَور چھوٹے بڑوں کی توقیر و عزت چھوڑ دیں۔ اَور امر بالمعرُوف اِس طرح متروک ہو جائے کہ کوئی اُس کے ساتھ مامُور نہ کیا جائے۔ اَور نہی عن المنکر کو ایسے چھوڑ دیں کہ کسی کو اُس سے نہ روکیں۔ اَور اُن کے عالم علم کی تعلیم بغرضِ حصُولِ دُنیا کریں اَور گرم بارش ہو یعنی وُہ بارش جو فائدہ نہ بخشے یا بالکل ہی بند ہو جائے۔ اَور بڑے بڑے منبر بنائیں اَور قرآن مجید کو نقرئی و طلائی کریں۔ اَور مسجدوں کی از حد زینت کریں۔ پھیلائیں رشوت اَور پختہ پختہ مکانات بنائیں اَور خواہشات کی اِتباع کریں۔ اَور دین کو دُنیا کے بدلے بیچیں اَور خُونریزیاں کریں۔ اَور صِلہ رحمی منقطع ہو جائے اَور حُکم[2] فروخت کیا جائے۔ اَور بیاج (سُود) کھایا جائے۔ اَور حکُومت فخر ہو جائے اَور دولتمندی عزت بن جائے۔ اَور ادنیٰ شخص کی تعظیم اعلیٰ کرے۔ اَور عورتیں زین پر سوار ہوں۔ پھر ہم سے غائب ہو گئے۔

پس اس کو نضلہ نے سعد کی طرف لکھا اَور سعد نے حضرت عمرؓ کی طرف پھر حضرت عمرؓ نے سعد کو لکھا کہ تم اپنے ہمراہیوں کو ساتھ لے کر اُس پہاڑ کے پاس اُترو۔ جس وقت اُن سے ملو تو میرا سلام اُن کو پہنچائیو۔ اس واسطے کہ رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عیسٰے علیہ السلام کے بعض وصی پہاڑوں میں اُترے ہُوئے ہیں۔ پس سعد چار ہزار[۴۰۰۰] مہاجرین اَور انصار کے ہمراہ اُس پہاڑ کے قریب اُترے اَور چالیس[۴۰] روز تک ہر نماز کے وقت اذان کہتے رہے مگر مُلاقات نہ ہُوئی۔ اس کے بعد حضرت شیخ قدس سرّہٗ نے فرمایا کہ اگرچہ ابن ازہر کی وجہ سے اسنادِ حدیث میں محدثین کے نزدیک کلام ہے۔ مگر ہم صاحب کشف والوں کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔ اَور پھر شیخ نے باب ۳۶۰ میں حدیث نواس بن سمعان کی ذکر فرمائی ہے جس میں ینزل عیسٰی بن مریم بالمنارۃ البیضاء شرقی دمشق الخ اَور جابجا شیخ قدس سرّہٗ فتوحاتِ مکیہ میں نزُول عیسٰے بن مریم کا ذکر فرماتے ہیں۔ اَور اسی فتوحات میں شیخ فرماتے ہیں کہ میں ان مضامین کی تحریر اَور بیان میں بالکل معرّیٰ اَور خالی ہُوں خود خداوند کریم ان کا بیان کرنے والا ہے۔ و نیز فرماتے ہیں کہ ھٰذا ما حدثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اَب ہم بعد پیش کرنے حدیث کشفی محی الدین ابن عربی صاحب کی جو باسناد اُوپر لکھی گئی ہے معرُوض کر سکتے ہیں کہ آپؐ[3] زریب بن برتملا اپنے حواری کو جس کو شہادت حدیث مذکورہ آپ نے کوہِ عراق میں رہنے کا حکم فرمایا تھا۔ آپ کے نزُول من السماء تک ہمیں دِکھلائیں۔ یا شبِ

---

[1] یعنی لوگ جس منصب کے لائق نہ ہوں گے اُس پر مسلط ہوں گے۔ ۱۲

[2] یہ لفظ اگر ح کی زبر سے پڑھا جائے تو حَکَم بمعنی ثالث اَور حاکم ہوگا جس کا مطلب یہ کہ فیصلہ کرنے والے کسی لالچ اَور دباؤ میں آکر انصاف چھوڑ دیں گے اَور بِک جائیں گے۔ اَور اگر ح پر پیش ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ فیصلوں کو دُنیا کے عوض خریدا جائے گا۔ بس جس نے پیسہ دیا اُس نے اپنے حق میں فیصلہ کرا لیا۔ فیض عفی عنہ

[3] یہ خطاب قادیانی کو ہے کہ اگر آپ ہی مسیح موعُود ہیں تو پھر یہ باتیں واضح کریں۔ فیض عفی عنہ

marfat.com

الصّليب ويتبرأ مما نحلته النصارىٰ ثم قال ما فعل بنبيّ الله صلى الله عليه وسلم قلنا قبض فبكىٰ بكاءً طويلاً حتّٰى خضبت لحيتهٗ بالدموع ثم قال فمن قام فيكم بعده قلنا ابوبكر قال ما فعل به قلنا قبض قال فمن قام فيكم بعدهٗ قلنا عمر قال اذا فاتني لقاء محمد فاقرءوا عمر منى السّلام وقولوا له يا عمر سدّد وقارب فقد دنا الامر واخبروه بهذا لخصال التي اخبركم بها وقولوا يا عمر اذا ظهرت هذه الخصال فى امة محمد عليه السّلام فالهرب الهرب اذا استغنى الرجال بالرجال والنساء بالنساء وانتصبوا فى غير مناصبهم وانتموا الى غير مواليهم ولم يرحم كبيرهم صغيرهم ولم يوقر صغيرهم كبيرهم وترك الامر بالمعروف فلم يؤمر به وترك النهى عن المنكر فلم يُنه عنه وتعلم عالمهم العلم ليجلب به الدنانير والدراهم وكان المطر قيظا وطولوا المنابر وفضضوا المصاحف وزخرفوا المساجد واظهروا الرشى وشيّدوا البناء واتبعوا الهوىٰ وباعوا الدين بالدنيا واستخفوا الدماء وانقطعت الارحام وبيع الحكم واكل الربا وصار التسلط فخرا والغنى عزًا وخرج الرجل من بيته وقام اليه من هو خير منه وركبت النساء السروج قال ثم غاب عنّا فكتب بذالك نضلة الى سعدٍ وكتب سعدٌ الى عمر فكتب عمر اليه اذهب انت ومن معك من المهاجرين والانصار حتى تنزل بهذا الجبل فاذا القيته فاقرءه منى السلام فان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان بعض اوصياء عيسىٰ بن مريم نزل بهذا لجبل بناحية العراق فنزل سعد فى اربعة آلافٍ من المهاجرين والانصار حتى نزل بالجبل وبقى اربعين يوما ينادى بالاذان فى وقت كل صلوٰة فلم يجده۔

ترجمہ۔ فرمایا ابنِ عمرؓ نے کہ میرے والد عمرؓ بن الخطاب نے سعد بن وقاص کی طرف لکھا کہ نضلہ انصاری کو حلوان عراق کی جانب روانہ کرو تاکہ وہاں جاکر مالِ غنیمت اکٹھا کریں پس روانہ کیا سعد نے نضلہ انصاری کو جماعت مجاہدین کے ساتھ ان لوگوں نے وہاں پہنچ کر بہت مال غنیمت کا حاصل کیا اور اُن سب کو لے کر واپس ہُوئے تو آفتاب غروب ہونے کے قریب تھا پس نضلہ انصاری نے گھبرا کر اُن سب کو پہاڑ کے کنارے ٹھہرایا اور خود کھڑے ہوکر اذان دینی شروع کی جب اللہ اکبر اللہ اکبر کہا تو پہاڑ کے اندر سے ایک مجیب نے جواب دیا کہ اے نضلہ تُو نے بہت خدا کی بڑائی کی۔ پھر نضلہ نے اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ کہا تو اُسی مجیب نے جواب میں کہا کہ اے نضلہ یہ اخلاص کا کلمہ ہے۔ اور جس وقت نضلہ نے اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ کہا تو اُسی شخص نے جواب دیا کہ یہ نام پاک اُس ذات کا ہے جس کی بشارت عیسےٰ بن مریم نے ہم کو دی تھی اور یہ بھی فرمایا تھا کہ اسی نبی کی اُمت کے اخیر میں قیامت قائم ہوگی۔ پھر نضلہ نے حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ کہا تو مجیب نے فرمایا کہ خوشخبری ہے اُس شخص کے لیے جس نے ہمیشہ نماز ادا کی۔ پھر جس وقت نضلہ نے حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کہا تو مجیب نے جواب دیا کہ جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اُس شخص نے نجات پائی۔ پھر جب نضلہ نے اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ کہا تو وہی پہلا جواب مجیب نے دیا۔ جب نضلہ نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ پر اذان ختم کی تو مجیب نے فرمایا اے نضلہ تم نے اخلاص کو پُورا کیا۔ تمہارے بدن کو خداوند کریم نے آگ پر حرام کیا۔ جب نضلہ اذان سے فارغ ہُوئے تو صحابہ کرام نے کھڑے ہوکر دریافت کرنا شروع کیا کہ اے صاحب آپ کون ہیں۔ فرشتہ یا جن یا انسان۔ جیسے اپنی آواز آپ نے ہم کو سُنائی ہے اُسی طرح اپنے آپ کو دکھایئے۔ اس واسطے کہ ہم خدا اور اُس کے رسُول اور نائب رسُول عمرؓ بن الخطاب کی جماعت ہیں۔ پس پہاڑ پھٹا۔ اور ایک شخص باہر نکل آئے (جن کا سر مُبارک بہت بڑا چکی کے برابر تھا اور سر اور داڑھی کے بال سفید تھے اور اُن پر دو پُرانے کپڑے صُوف کے تھے) اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہا۔ ہم نے وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہہ کر دریافت کیا کہ آپ کون ہیں۔ فرمایا کہ میں زریب بن برثملا وصیّ عیسےٰ بن مریم ہُوں۔ مجھ کو عیسٰی علیہ السّلام نے اس پہاڑ میں ٹھہرایا ہے اور اپنے نزُول من السّماء تک میری درازیٔ عمر کے لیے دُعا فرمائی جب وُہ اُتریں گے تو خنزیر کو قتل کریں گے اور صلیب کو توڑیں گے اور بیزار ہوں گے نصاریٰ

جواب۔ اوّلاً متفق علیہ شیخین کی حدیث میں اس طرح پر مذکور ہے۔ قال فوضع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یدہ علی سلمان ثم قال لو کان العلم الخ یہ حدیث آپ نے سلمان فارسیؓ کے کندھے پر ہاتھ مبارک رکھ کر فرمائی جس سے سلمان فارسی کا مصداق ہونا اس حدیث کا ثابت ہوتا ہے۔ اور ثانیاً اگر بلحاظ جمعیۃ لفظ رجال اور ھٰؤلاء کی جنس مراد ہو تو بھی اہل فارس ہی کو شامل ہو گی جناب مرزا صاحب نے تو ایام الصلح میں اپنا سمرقندی الاصل ہونا ثابت کیا ہے۔ اور سمرقند خراسان سے ہے نہ کہ فارس سے۔ جن کو کچھ بھی مہارت جغرافیہ وغیرہ میں ہے اُن پر ظاہر ہے۔ اور ثالثاً اگر مراد رجل میں ھٰؤلاء سے عجم لیے جائیں بلحاظ تقابل اُمیّین کے پھر بھی لو کان العلم میں العلم معرّف باللام سے مراد علم مطابق بکتاب و سُنّت ہے نہ مخالف ان کے۔ اور رابعاً بعد فرض تسلیم تطابق مسئلہ مسیح میں حدیث مذکور سے فقط تحصیلِ علم۔ بہرصورت اُس شخص کے لیے ثابت ہوتی ہے نہ یہ کہ وہ شخص مسیح موعود ہو۔

سوال۔ پھر امروہی صاحب صفحہ مذکور میں من جملہ علاماتِ مسیح موعود کے جو مرزا صاحب میں موجود ہیں ابطالِ دینِ نصرانیت اور اُس کے آثار کا مٹا دینا ذکر کرتے ہیں۔

جواب۔ آج بتاریخ ۱۵ شعبان ۱۳۱۷ھ تک بالکلیہ دینِ نصرانیت کا مٹ جانا متحقق نہیں ہوا۔ اور مسیح موعود عرصہ سے آچکے ہیں۔

سوال۔ پھر امروہی صاحب موصوف صفحہ ۵۵ پر اس حدیث کے ٹکڑے یعنے لیدعون الی المال فلا یقبلہ احد سے مراد مرزا صاحب کو ٹھہراتے ہیں۔ کیونکہ مرزا صاحب نے بذریعہ اشتہارات کے روپیہ دینے کا وعدہ مخالفینِ اسلام کو فرمایا اور کسی نے قبول نہ کیا۔

جواب۔ حدیث میں تو فلا یقبلہ احد مذکور ہے۔ اُس کا مطلب یہ ہے کہ مسیح موعود کے زمانہ میں چونکہ سب لوگ اہلِ اسلام ہی ہوں گے اور سب کو رغبت عبادت کی بغایت درجہ ہو گی اور سب تارک دُنیا اور زاہد ہوں گے۔ چنانچہ اس پر فقرہ حتّٰی تکون السجدۃ الواحدۃ خیراً من الدنیا وما فیہا شاہد ہے اس لیے وہ مسلمان زاہد عابد دُنیا کو قبول نہ کریں گے۔ نہ یہ کہ مخالفانِ اسلام بھی موجود ہوں گے اور ان کو بمقابلہ اظہارِ حقیقتِ اسلام بذریعہ اشتہارات روپیہ دینے کا وعدہ دیا جائے گا اور وہ قبول نہ کریں گے۔ ناظرین کو یہ بھی خیال نہ رہے کہ اسلام فی نفسہٖ ایسا امر حق مطابق للواقع ہے کہ قیامت تک کوئی مخالف اس کی غیر حقیقت کو ثابت نہیں کر سکتا۔ اس میں محتاج زید عمرو کی طرف نہیں جیسا کہ فقرہ حدیث مسلم کا (ظاہرین الی یوم القیامۃ) اس پر شاہد ہے۔ اب ہر ایک شخص بیان کنندہ حقیقتِ اسلام بالبراہین واضح مسیح موعود نہیں ہو سکتا۔ الّا بعد از تحقق علامات جو احادیث میں مذکور ہیں۔

سوال۔ آیۃ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا۔ آسمان پر چڑھنے اور اُس سے اُترنے کی تکذیب کر رہی ہے۔

جواب۔ ہاں بے شک۔ بر حسب استنباط آپ کے۔ جنابِ عالی سیاقِ آیت کا بھی خیال فرمائیں۔ وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا۔ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا۔ آیۃ سُبْحَانَ رَبِّیْ جو جواب میں کفار کے واقع ہوئی ہے۔ اگر دلالت کرتی ہے امتناعِ صعود اور نزولِ جسمی پر جیسا کہ جناب نے سمجھا ہے۔ تو چاہیے کہ جتنے امور قولِ کفار میں مذکور ہیں سب کے ممتنع ہونے پر دال ہو ماقبل میں جیسا صعود اور نزول کا ذکر ہے ایسا ہی چشموں کے جاری کرنے کا زمین میں اور ایسا ہی باغ خرما اور انگور کا جو چشمہ دار ہو۔ اور ایسا ہی گر جانے آسمان کا۔ اور ایسا ہی اللہ جلّ شانہٗ اور ملائکہ کا سامنے ہونا۔ اور ایسا ہی آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لیے گھر سونے کا ہونا۔ ہر ایک عاقل سونے کے گھر کو اور باغ خرما اور انگور کو جس میں چشمے بہتے ہوں مطلق فردِ بشری کے لیے ممتنع نہیں تصور کر سکتا چہ جائے کہ آپ کے لیے جو باعثِ ایجادِ عالم ہیں اور جاری کرنا چشموں کا انبیاء اور اولیاء سے بعد اجابت

دَافِقٍ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ مخصُوص البعض ہے یعنی ان آیات میں جو ذکر انسان کی پیدائش کا مادہ منی سے ہے آدم کو شامل نہیں۔ بلکہ آدم کے باقی افرادِ انسانی کا حکم ہے۔ کیونکہ آدم کا ذکر علیحدہ ہو چکا۔ ایسا ہی آیۃ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ سے اَور اُس کے نظائر سے چونکہ مسیح کا اَب تک زندہ رہنا ثابت ہو چکا تو پھر قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَور اُس کی نظائر سے مُراد غیر مسیح ہوگا۔ اِس آیت کی مفصل تشریح کُتبِ تفاسیر میں مُلاحظہ فرماویں۔ مؤلف ایامُ الصُّلح اَور اُن کے اتباع کو جو دھوکا یہاں پر دعوے اَور دلیل میں ہوا ہے وہاں پر مفصل مذکور ہے۔

سوال۔ آیۃ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ بڑی دلیل ہے اِس بات کی کہ بغیر کرۂ زمین کے نوعِ اِنسانی کا مُستقر اَور مستودع یعنی قرارگاہ اَور نہیں تو پھر مسیح بن مریم آسمان پر کس طرح بقیۂ ایامِ حیوٰۃ بسر کر رہا ہے؟

جواب۔ کرۂ ارضی کا مستقر اَور مستودع ہونا بطریقِ اصالت یہ منافی نہیں اِس کی کہ بعض افرادِ بشری کو عارضی طور پر کسی اَور کرہ میں رکھا جاوے جیسا کہ ملائکہ کے لیے وطنِ اصلی اَور مقرِ طبعی افلاک ہیں۔ معہذا زمین پر بھی عارضی آمدورفت رکھتے ہیں۔ بالجُملہ حصر جو مستفاد ہے تقدیمِ ظرف سے وُہ اضافی ہے بہ نسبت اِستقرارِ اصلی کے۔ اَور اختصاص جو مستفاد ہے وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ سے اثر ہے جعلِ تکوینی کا جس کا مجعول الیہ عارض غیر لازم ہے اَور اس صُورت میں اِنفکاک مابین مجعول اَور مجعول الیہ کے متصور ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ وَجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا جب کہ زید مثلاً ساری رات کسب وجہِ معاش میں گذارے اَور دِن نیند میں۔ دلیل عارضی ہونی مجعُول الیہ یعنی حیوٰۃ فی الارض کے قِصۂ ہبوطِ ابلیس کا اَور بعد ازاں صعُود اس کا بدلیل فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ الخ ہے۔ جب ابلیس بعد امرِ ہبوط کے پھر آسمان پر جاکر وسوسہ انداز آدم علیہ السّلام کا ہوا تو بعض افرادِ نوعِ اِنسانی جن کا مادہ فطرتی نفخ رُوح القدس کا ہو اُس کا صعُود کس طرح ممتنع مانا جاتے۔

سوال۔ خاتم النبیین ہونا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دلیل ہے وفاتِ مسیح پر۔ کیونکہ اگر مسیح بن مریم آسمان پر زندہ ہو، اَور آخر زمانہ میں نزُول فرمادے تو آپؐ کے بعد بھی اَور نبی آگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین نہ رہے۔ اَور اگر در رنگِ احادِ اُمت آتے تو یہ بھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ علمِ ازلی میں جب وُہ نبی ہے تو پھر بغیر نبوت کے کیسا نزول کرے گا۔

جواب۔ بعد نزُول در رنگِ احادِ اُمت ہی اُتریں گے۔ علمِ ازلی کا مسئلہ سُنیئے۔ علم تابع معلوم کے ہوا کرتا ہے من حیث المطابقۃ۔ یعنی جس طرح معلومات یعنی اشیاء موجُود فی الواقع اپنے اپنے وقت میں موجُود ہیں۔ اِسی طرح حق سبحانہٗ تعالیٰ ازل میں قبل از وجُود اُن کے اُن کو جانتا ہے۔ اگر معلوم کا اِتصاف کسی صفت کے ساتھ علیٰ سبیل الاستمرار ہے تو اِسی طرح اَور اگر علیٰ سبیل الانقطاع ہے تو اُسی طرح اُس کو جانتا ہے۔ مسیح بن مریم کی بلکہ کُل انبیاء کی نبوت اَور رسالت چونکہ محدُود ہ بحدِ ظہُورِ نبی پچھلے کے ہوتی ہے لہٰذا علمِ ازلی میں بھی بوصفِ محدُودیت اَور اِنقطاع معلوم ہوگا ورنہ جہل لازم۔

سوال۔ قِصۂ عودِ ایلیاء بھی تاویل ہماری کا مثبت ہے یعنی ایلیاء کا دوبارہ دُنیا میں آنے کا ذِکر جو صحیفۂ ملاکی باب ۴۔ اَور آیت ۵ میں واقعہ ہے عیسیٰ علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ مُراد ایلیاء کے آنے سے یہ تھی کہ اُس کا مثیل آئے گا سو وُہ آگیا۔ یوحنا یعنی یحییٰ علیہ السّلام۔ باب ۱۱ انجیل متی۔ اِسی طرح مُراد نزولِ مسیح سے جو احادیث میں مذکور ہے مَیں ہُوں۔ یعنی مرزا صاحب۔

جواب۔ قِصۂ عودِ ایلیاء اگر صحیح بھی مانا جائے تو آخر کار نظیر ہی بنے گی علتِ مثبت تو نہ ٹھہرے گی۔ دیکھئے لاکھوں نظیریں پیدائش افرادِ انسانی ہمارے زیرِ نظر ہیں۔ اَور ہر روز دیکھنے میں آتا ہے کہ سب مادہ منی سے جو باپ کی اَور ماں کے سینہ سے نکلتی ہے پیدا ہوتے ہیں باوجُود اِس کے کہ یہ نظائر مع کثرت اپنی کے قانون کُلی کو ثابت نہیں کرتیں۔ دیکھو آدم اَور حوّا اَور عیسیٰ علیہ السّلام اِس حکم سے خارج ہیں اَیسا

بن العوام سے بھی ثابت ہے جن کے بدری ہونے میں کچھ شک نہیں۔ قوامؔ المحدثین جمال الدین مزنی تہذیب الکمال میں کہتے ہیں۔ وھو اول من سل سیفًا فی سبیل اللہ۔ روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وروی عنہ الاحنف بن قیس والحسن البصری۔ اور حافظ جلال الدین سیوطیؒ حافظ زین الدین عراقی سے نقل فرماتے ہیں قال الحسن رأیت الزبیر بایع علیا۔ اور امام احمد بن حنبلؒ اپنی مسند میں فرماتے ہیں۔ حدثنا عبد اللہ قال حدثنی ابی قال حدثنا عفان قال حدثنا المبارک قال حدثنا الحسن قال جاء رجل الی زبیر بن العوام الخ جمال الدین مزنی تہذیب میں فرماتے ہیں۔ علی ابن ابی طالب شھد بدرا والشاھد کلھا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماخلا تبوک روی عنہ ابراھیم ابن عبد اللہ بن حسین مرسلا وابراھیم بن عبد اللہ بن عبد القاری کذالک وابراھیم ابن محمد ولد علی ابن ابی طالب والاحنف بن قیس التمیمی وابنہ الحسن علی بن ابی طالب والحسن البصری وابنہ الحسین بن علی بن ابی طالب وسعید بن المسیبؒ اس سے تعارض درمیان قول قتادہ کے کہ ماحدثنا سعید بن المسیب الخ اور عبارت قدوۃ المحدثین ابن الاثیر جامع الاصول کی اسماء الرجال میں کہ سعید بن المسیب روی عن علی کی بھی مرتفع ہو گیا۔ اس بحث کو زیادہ طول بباعث ملالت ناظرین کے نہیں دیتا ہوں کسی صاحب نے اگر کلام کی بعد ازاں لکھا جائے گا۔

الغرض۔ حدیث مذکور جو حسن بصری سے مروی ہے اور حافظ ابن کثیر نے باسنادِ صحیح ذکر کی ہے یعنی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للیھود ان عیسٰی لم یمت وانہ راجع الیکم بوضاحت تام نص بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کی اور ایسا ہی وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ الخ اور وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ کی تفسیر فرما رہی ہے۔ ناظرین کو بخوبی معلوم ہو چکا ہے کہ عقیدہ اجماعیہ نصوص قرآنیہ سے علی حسب تفسیر القرآن بالقرآن اور مطابق تفسیر القرآن بالاحادیث الصحیحہ ثابت ہے وَمَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ اور وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ کا مفاد حسب تقریر جناب مرزا صاحب یہ نکلا کہ ہر ایک اہلِ کتاب کو ایمان بہ بیانِ مذکورہ بالا حاصل ہے یعنی ہر ایک جانتا ہے کہ ہم عیسٰیؑ کے مقتول ہونے میں مشکک ہیں۔ اس تقریر میں (جانتا ہے اور ایمان رکھتا ہے) ترجمہ لَيُؤْمِنَنَّ کا ہوا۔

ناظرین انصاف فرمائیں کہ مضارع مؤکد بہ لام اور نون تاکید کے (ثقیلہ ہو یا خفیفہ) محاورہ قرآن کریم میں اَلْحَمْدُ سے وَالنَّاسِ تک معنے استقبال میں ہی مستعمل ہے۔ ایک جگہ بھی معنی حال یا ماضی کے نہیں آیا۔ نظائر لَيُؤْمِنَنَّ کے قرآن کریم سے ملاحظہ فرماویں:۔ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ۔ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ لَاَتَّخِذَنَّ۔ وَلَاُضِلَّنَّهُمْ۔ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ۔ لَاَقْعُدَنَّ۔ لَاٰتِيَنَّ۔ لَاَمْلَئَنَّ۔ لَتَعُوْدُنَّ۔ لَنُخْرِجَنَّكَ۔ لَاُقَطِّعَنَّ لَاُصَلِّبَنَّ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ۔ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ۔ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔ لَيُسْجَنَنَّ۔ وَلَيَكُوْنًا۔ لَيَسْجُنُنَّهٗ۔ لَاَزِيْدَنَّكُمْ۔ وَلَنَصْبِرَنَّ۔ فَلَنَسْئَلَنَّ۔ لَتُسْئَلُنَّ۔ لَاُزَيِّنَنَّ۔ لَاُغْوِيَنَّ۔ لَتُسْئَلُنَّ۔ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ۔ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ۔ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ۔ لَاَحْتَنِكَنَّ۔ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ۔ لَاَجِدَنَّ۔ لَاَرْجُمَنَّكَ۔ لَنَحْشُرَنَّهُمْ۔ لَنُحْضِرَنَّهُمْ۔ لَنَنْزِعَنَّ۔ وَلَاُصَلِّبَنَّكُمْ۔ وَلَتَعْلَمُنَّ۔ لَاَكِيْدَنَّ۔ لَيُدْخِلَنَّهُمْ۔ لَاَجْعَلَنَّكَ۔ لَتَكُوْنَنَّ۔ لَاُعَذِّبَنَّهٗ۔ لَاَذْبَحَنَّهٗ۔ لَيَاْتِيَنِّيْ۔ لَنُنَجِّيَنَّهٗ۔ لَيَاْتِيَنَّهُمْ۔ لَيَقُوْلُنَّ۔ لَيَقُوْلُنَّ۔ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ۔ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ۔ لَنَسْفَعًا۔ آپ ایک جگہ بھی قرآنِ کریم سے نہ سہی کسی اہلِ لسان کے کلام میں ہی دکھلائیں کہ مضارع مؤکد بہ لام و نون ثقیلہ یا خفیفہ معنی حال یا ماضی میں مستعمل ہو۔ دوسرا قَبْلَ مَوْتِهٖ کا جو آپ نے معنے کیا ہے کسی جگہ قرآن کریم میں قَبْلَ مضاف اور مَوْتِهٖ مضاف الیہ کے مابین لفظ اَنْ يُّؤْمِنُوْا یا لفظ ایمان کا مقدر مراد ہو۔ اس کی نظیر بھی دکھلائیں۔ کیونکہ آپ محاورہ قرآنیہ پر چلنے کا دعوی کرتے ہیں۔ اب اس مقام پر اتباع

لہ حضرت خواجہ فخر الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے رسالہ فخر الحسن میں ثابت کیا ہے کہ حضرت حسن بصریؒ کی ملاقات حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے ہوئی۔ فیض عفی عنہ

کا متکلم ہونا باذنِ رب احادیثِ صحیحہ میں بیان فرمایا ہے۔ اور مراد زلزلہ سے بھی جنبش اس کرۃ کی متکلم یعنی حق سبحانہٗ وتعالیٰ اور سامع یعنی آنحضرت کے نزدیک ہے جیسا کہ آیۃ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ الخ میں بھی اس کا ذکر ہے۔ یہ وہ تفسیر ہے جس کو مرزا صاحب سراسر غلط قرار دے چکے ہیں۔ اب رہا انصاف ناظرین پر خواہ مرزا صاحب کی تصدیق اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب (العیاذ باللہ) اختیار کریں یا بالعکس جیسا کہ شایان اور واجب ہے ہر مومن کو۔ اب یہ معلوم کرنا چاہیئے کہ مرزا صاحب نے اس تفسیر سے کیا فائدہ لینا چاہا ہے۔ وہ میں عرض کر دیتا ہوں۔ سورۃ قدر میں جو لیلۃ القدر ہے اس کو حسب زعم اپنے کے قیامت تک امتداد دیا۔ تا آپ کا نزول بھی انبیاء کی طرح لیلۃ القدر میں متحقق ہو۔ مگر یہ دونوں فقرے یعنی لیلۃ القدر کا امتداد قیامت تک اور ہونی کا ظہور لیلۃ القدر ہی میں ہوتا ہے اُن کے اپنے خانہ زاد اسرار میں سے ہے۔ پھر سورۃ البینہ سے یہ ثابت کرنا چاہا کہ سخت بلاؤں سے نجات پانے کی سبیل اللہ تعالیٰ نے پیدا کر دی۔ وہ کیا۔ البینہ خدا کے ہاں سے آ گیا۔ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ یعنی مرزا صاحب۔ بعد ازاں سورۃ زلزال سے یہ ثابت کر دکھایا کہ سب کمالاتِ موعودہ نوعِ انسانی کے ظہور میں آ گئے۔ کسی کی حالت منتظرہ باقی نہیں رہ گئی تو پھر نزولِ ملائکہ میں سرانجام دینے کے لیے اس امرِ مہتم بالشان کے بذریعہ بندہ مصلح جس کا نزول لیلۃ القدر ممتدہ میں ہو گیا ہے کیوں توقف ہو۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ لیلۃ القدر میں رسول آ گیا اور دورہ کمالاتِ نوعِ انسانی بھی پورا ہو چکا۔ فقط اتنی ہی بات کہ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ بتمام ظہور میں نہیں آئے مگر شروع ہی یعنی اہلِ سعادت اور نیک فطرت اُس رسول نازل شدہ کے ساتھ ایمان لا کر ایک جماعت اکٹھی ہو رہی ہے اور اہلِ شقاوت اور بدطینت انکار میں آ کر دوسرا گروہ حسب مضمون يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ بن رہا ہے جس کی شان میں جناب مرزا صاحب ازالہ اوہام کے صفحہ ۹۔ اکی پہلی سطر کے ابتدا میں یوں لکھتے ہیں (اور جو شرارت اور شیطان کی ذریت تھے وہ اس تحریک سے خوابِ غفلت سے جاگ تو اُٹھے الخ) آپ کو اللہ تعالیٰ ہماری جانب سے بمعاوضہ اس فقرہ کے (شیطان کی ذریت) جزاء خیر عطا فرمائے۔

ناظرین کو سمجھنا چاہیئے کہ یہ تفسیر مرزا صاحب کی بطریق مشتے نمونہ خروار ہے۔ باقی خود انصاف فرماویں کہ یہ تحریف ہے کتاب اللہ اور کتاب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی یا بیان ہے بطونِ قرآن کا۔ پہلے بھی اہلِ باطن اسرار اور اشارات کو بیان فرماتے رہے ہیں۔ اقتباس الانوار کے صفحہ ۲۳۱ پر اسی سورۃ کی تفسیر ملاحظہ فرماویں۔ مگر ظاہر قرآن کریم سے انکار کرنے والے کو ملحد قرار دیتے رہے ہیں۔ بے شک وجوہ الفہم لاتنحصر فیما فہموہ وعلوم اللہ لا یتقید بما علموہ اس کے ہم بھی قائل ہیں مگر قرآن کے ظہر اور بطن دونوں کے ساتھ ایمان رکھتے ہیں نہ یہ کہ تفسیر ظہر قرآن کی سراسر غلط قرار دی جائے۔ (العیاذ باللہ)

فی فتح البیان۔ یکون الضابط فی صحتہ ان لا یرفع ظاہر المعانی المنفہمۃ عن الالفاظ بالقوانین العربیۃ وان لا یخالف القواعد الشرعیۃ ولا یباین اعجاز القرآن الی ان قال والا فہو بمعزل عن القبول۔ دوسری جگہ فتح البیان میں وکذالک اذا ثبت تفسیر ذلک الرسول صلی اللہ علیہ وسلم فہو اقدم من کل شیٔ بل حجۃ متبعۃ لا یسوغ مخالفتہا لشیٔ اخر ثم تفاسیر علماء الصحابۃ المختصین برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانہ یبعد کل البعد ان یفسر احد ہو کتاب اللہ ولم یسمع فی ذلک شیئا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلی فرض عدم السماع فہو احل العرب الذین عرفوا من اللغۃ دقہا وجلہا۔ انتہی۔

یعنی قبولیت معنی بطونِ قرآن کی شرط یہ ہے کہ مخالف ظاہر کی نہ ہو اور سب سے مقدم اور واجب القبول تفسیر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی۔ بڑی تعجب کی بات ہے کہ سارے قرآن میں تفسیر ابن عباسؓ کی سراسر غلط ٹھہری۔ اور لفظ مُتَوَفِّيْكَ کے متعلق جو مُمِيْتُكَ ہے منظور ہوئی وہ بھی آدھی۔ اور فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ کے متعلق جو ابن عباسؓ سے باسنادِ صحیح تفسیر درِ منثور میں مذکور ہے۔ اور ایسا ہی بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ اور وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ الخ اور وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ اور احادیثِ نزول جو ابن عباسؓ سے مروی ہیں۔

ہی ایلیاء کا آنا در رنگِ ظہورِ یحییٰ یہ ایک نظیر کس طرح پر نزولِ مسیح کو در صورتِ ظہورِ مثیل ثابت کر سکتی ہے۔ یہاں تو جب آیت اور حدیث نے بالخصوص نزولِ مسیح بن مریم کو ثابت کیا تو پھر ایک نظیر کیا اگر لاکھوں بھی ہوں اثباتِ نزولِ مسیح در رنگِ صورتِ مرزا صاحب نہیں کر سکتے۔ اثباتِ احکام بشہادتِ نظائر یہ اُس صورت میں ہوتا ہے کہ بالخصوص نصوص وارد نہ ہوتی ہوں۔ وُہ بھی حسبِ تخمین ظن نہ بر سبیلِ قطعیت جیسا کہ دلیلِ استقرائی کا شان ہے۔ پھر میں کہتا ہوں۔ اگر بالفرض نظیر کو مثبت حکم علیٰ سبیل القطعیت مانا بھی جاوے تو یہ نظیر (یعنے ایلیاء کا قصہ) جناب کے دعویٰ کو باطل کرے گی۔ اس لیے کہ ایلیا کا آنا در رنگِ ظہورِ مثیل یعنی یحییٰ چونکہ مماثل اور مماثل لہٗ ہر دو نبی ہیں۔ یہ نظیر اسی کو ثابت کرے گی کہ مثیلِ مسیح بھی نبیِّ وقت ہو مثل یحییٰ علیہ السلام کے۔ آپ گویا تو مثل یحییٰ علیہ السلام سلسلۂ انبیاء میں ثابت کریں یا دعویٰ مسیح موعُود کرنے سے باز آئیں۔ اگر آپ فرمائیں کہ مماثلت بین الامرین مشارکت فی جمیع الاوصاف کی مقتضی نہیں ہوتی تو ہم بھی یہ کہہ سکتے ہیں کہ حکم بھی چونکہ من جملہ اوصاف ہے تو مشارکت فی الحکم کی کیا ضرورت ہے۔ ایلیا بہ ظہورِ مثیل اپنے یحییٰ کے نازل ہو۔ اور مسیح بن مریم بنفسہٖ نازل ہو کیا ضرورت ہے کہ کیفیتِ نزولِ ایلیا اور نزولِ مسیح بن مریم کی من جمیع الوجوہ ایک ہی ہو۔ میں جانتا ہوں کہ آپ یہاں پر عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ کو ہاتھ ڈال کر اپنے میں نبوت ثابت کریں گے مگر پھر بھی چھوٹنا مشکل ہے۔ کیونکہ وُہی اشکال عود کرے گا یعنی اگر مشارکت فی جمیع الاوصاف من کل الوجوہ ضروری ہے تو اپنی ذات میں نبوت مثل یحییٰ کی پیدا کریں۔ وَاِلّا تو پھر اتحاد بھی ضروری نہیں۔ پھر اس بارہ میں عرض کرتا ہوں کہ انجیل متی کے گیارھویں باب میں موجود ہے کہ عیسٰی علیہ السلام یحییٰ کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ یہ وُہی ایلیا موعُود ہے۔ اور پہلے باب انجیل یوحنا میں انکار یحییٰ کا مذکور ہے۔ تو اب مُناسب یہ ہے کہ یحییٰ کا قول معتبر سمجھا جائے۔ کیوں کہ ہر شخص اپنے حال سے اچھی طرح واقف اور خبردار ہوتا ہے۔ بالخصوص جب نبی اور مُلہم من اللہ بھی ہو۔ اور اگر زائد نہ سمجھا جائے تو کم از کم دونوں کو مساوی ٹھہرا کر اذا تعارضا فتساقطا کا حکم لگانا ہوگا یعنی کوئی قابلِ احتجاج نہ رہے گا۔

اتنی تطویل اور تضیعِ اوقات محض آپ کے لحاظ سے کی جاتی ہے۔ ورنہ اہلِ اسلام کو بعد ازاں کہ ایک بات قرآن مجید سے بشہادتِ سیاق و تفاسیر صحابہ کے اور احادیثِ صحیحہ متواترہ المعنے سے معلوم ہو چکی ہو۔ اور خصوصًا وُہ مقام جو خود منصف اور فیصلہ دہندہ اور دافع شکوک پہلوں کا ہو تو پھر ہم کتاب اللہ اور کتاب الرسول اور اجماعِ اُمت کو چھوڑ کر اسرائیلیات کی طرف کیوں متوجہ ہوں۔ کیونکہ یہ توجہ مقید ہے اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ کے ساتھ۔ آپ اختلافاتِ اناجیل سے بخوبی واقف ہیں۔ کیونکہ ہر وقت میں عرصہ دراز سے استعمال ہوتا رہتا ہے۔ پھر تعجب ہے کہ آپ ازالہ اوہام اور ایام الصلح میں آثارِ صحابہ کو جو مروی باسانید صحیحہ ہیں چھوڑ کر روایاتِ اناجیل کی طرف متوجہ ہو کر اُلٹا سا اہلِ اسلام کو فرماتے ہیں کہ باعث اعراض ان علماء کا روایاتِ اناجیل سے کیا ہے۔ بھلا واقعہ صلیب میں تحریف کرنے کا اہلِ کتاب کو باعث کون ہے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ واقعہ صلیب تو بجائے خود رہا نبوتِ عیسٰی علیہ السلام کو جو واقعی اور بغیر عناد مسلمہ جانبین ہے اگر انجیلوں سے ثابت کرنا چاہیں تو مشکل پڑے گی۔ بغیر از رجوع قرآن کریم کی طرف چارہ نہ ہوگا۔ آپ جانتے ہیں کہ یواقیم بن یوشیا نے جس وقت صحیفہ ارمیا علیہ السلام کو جلایا تھا ارمیا علیہ السلام کے اُوپر وحی نازل ہُوئی کہ کہتا ہے رب یواقیم ملک یہود کی ضد میں کہ اس میں سے ہرگز کوئی داوٗد کی کُرسی پر نہ بیٹھے گا اور عیسٰی علیہ السلام چونکہ اولادِ یواقیم میں سے ہے مُطابق نسب مذکور کے انجیل متی میں تو چاہیئے کہ قابل جانشینی داوٗد کے نہ ہو بحکم وحی ارمیا کے زندہ اُٹھنا مسیح کا قبر سے۔ اور ایسا ہی واقعہ صلیب اس میں جو اختلافات واقع ہیں آپ بخوبی جانتے ہوں گے۔ ایوب ساتویں باب درس ناویں میں اپنی کتاب کے کہتا ہے۔ ترجمہ فارسیہ ۱۸۴۵ء (ابر پراگندہ شدہ نابود می شود ہمیں طور کسے کہ بقبر مے رود بر نمے آید) درس دسواں (بخانہ اش دیگر بر نخواہد گردید و مکانش دیگرے را نخواہد شناخت) اور چودھویں باب کتاب اپنی میں درس تیسرے اور چودھویں میں کہتا ہے۔ ترجمہ فارسیہ ۱۸۴۵ء (انسان می خواہد و نخواہد برخاست تا دا میکہ آسمان محو نشود بیدار نخواہد شد و از خواب بر نخواہد خواست۔ آدمی ہرگاہ بمیرد آیا زندہ می شود۔ الخ) اب یہ مسیح کے زندہ ہو کر اُٹھنے کا قبر سے انکار کر رہا ہے۔

تھی۔ تومطلب یہ ہوا کہ اگر ایمان ثریا پر بھی ہوتا تو میرے اصحاب میں سے ایک شخص ایسا موجود ہے کہ اس کی طلب وہاں تک کرتا۔ تو وہ شخص سلمان فارسی ہیں۔ جن کی سوانح عمری دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بے شک وہ ایسے ہی شخص تھے جنہوں نے ابتداء جوانی سے پیری تک دینِ حق کی تلاش میں عمرِ عزیز کو صرف کیا آخرالامر بعد مشرف باسلام ہونے اُن کے آپؐ نے فرمایا اسلام اور دینِ حق کو اللہ تعالیٰ نے دُنیا میں بھیج دیا۔ اگر آسمان پر بھی ہوتا تو یہ مرد فارسی الاصل کی تلاش ایسی ہے کہ ضرور کامیاب ہوتا۔ مرزا صاحب اپنی زندگی میں ہی قرآن کریم کا اُٹھایا جانا آسمان کی طرف فرماتے ہیں۔ حالانکہ حجج الکرامہ کے صفحہ ۴۴۲ پر یہ حدیث منقول ہے کہ حضرت عیسیٰؑ بن مریم نازل ہوں گے۔ دجّال کو قتل کریں گے۔ اور چالیس۴۰ سال تک قیام کریں گے۔ کتاب اللہ اور میری سُنّت پر عمل کریں گے۔ پھر موت پائیں گے۔ مسلمان حضرت عیسٰےؑ کی جگہ ایک شخص کو قبیلہ بنی تمیم سے جس کا نام مقعد ہوگا خلیفہ بنائیں گے۔ جب وہ بھی مرجائے گا تو اس کی وفات کے بعد بیس سال نہ پُورے ہوئے ہوں گے کہ لوگوں کے سینوں میں سے قرآن اُٹھایا جائے گا۔ رواہ ابُوالشیخ عن ابی ہریرۃ مرفوعا۔ اِس حدیث سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب مسیح موعود نہیں۔

---

marfat.com

اور تفسیر سورۃ قدر اور سورۃ بیّنہ اور سورۃ زلزال بلکہ جن جن مقامات میں آپ متفرد ہیں یہ سب متروک۔ اسی وجہ سے کہ آپ کے مطلب کے برخلاف ہیں۔ اکثر اعتراضات جناب مرزا صاحب کے جو باستشہاد آیات عقیدہ اجماعیہ پر انہوں نے کیے تھے جواب اُن کا لکھ چکا ہوں بقیہ اعتراضات بہ نسبت اُن کے بہت ہی لغو ہیں۔ ناظرین ادنیٰ توجہ سے دھوکا اُن کا سمجھ لیں گے۔ لہٰذا اسی قدر پر اکتفا مناسب سمجھ کر اختتام ایک دو بات ضروری پر کیا جاتا ہے۔

ایک تو بہ نسبت احادیثِ نزول اور خروجِ دجّال کے جو مرزا صاحب نے منجملہ مکاشفاتِ اجمالیہ کے ٹھہرا کر واجب التاویل قرار دی ہیں۔ کہتا ہوں کہ اس کی تحقیق دوسری جگہ ملاحظہ فرمالیویں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ احادیثِ نزول اور خروجِ دجال مکاشفاتِ تفصیلیہ میں سے ہیں جیسا کہ پہلے ثابت ہو چکا ہے مکاشفاتِ تفصیلیہ میں آں حضرت صلعم نے جس جس شخص کو بقیدِ نام جس طرح فرمایا ہے اُسی طرح ظہور میں آیا۔ سرِ مو بھی تفاوت نہیں ہوا۔ پیشین گوئیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس امر کی وضاحت کے متعلق دوسرے مقام پر فرماویں۔ اس دھوکا میں بھی ایک رُکن ایمان کا بلکہ سارا ایمان زائل ہوتا ہے۔ اور احادیثِ نزول اور خروج کو مکاشفۂ اجمالی پر در رنگ دیکھنے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وبا کو بصورتِ عورت جو گرد اگرد مدینہ طیبہ (زادہا اللہ شرفًا) کے پھر رہی تھی خیال نہ کرنا مکاشفۂ اجمالی تعبیر طلب ہوتا ہے بخلاف تفصیلی کے۔ اور تعبیر میں اگرچہ وقوعِ خطا ممکن ہے مگر بقاءِ علی الخطا نبی کی عصمت کو باطل کرتا ہے۔ بناءً علیٰ ہذا بالفرض اگر احادیثِ نزول اور خروج مکاشفۂ اجمالی کے قبیل سے بھی ہوں تو ساری عمر آپ کا باقی رہنا خطا فی التعبیر پر (العیاذ باللہ) آپ کی عصمت میں ہارج ہوگا۔

دوسرا ایماں پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئیاں اور اُن کے ظہور کو زیرِ نظر رکھنا بہت کار آمد ہے بہ نسبت اِس کے کہ ابنِ مریم سے مثیل اُن کا مراد لینے پر قصۂ ایلیا شاہد لایا جاوے۔ کیونکہ اول تو وہ بباعثِ تناقض قولِ یحییٰؑ اور عیسیٰؑ کے قابلِ اعتبار نہیں۔ دوسرا اہم کو آپ کی پیشین گوئیوں سے نظائر کا ملاحظہ آپؐ ہی کے کلام سمجھنے کے واسطے ازبس ضروری ہے۔ اُمِ حرامؓ جو ایک صحابیات میں سے ہے روایت کرتی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم قیلولہ سے بیدار ہوئے بحالتِ تبسم میں نے عرض کی کہ باعثِ تبسم کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ میں متعجب ہوں اپنی اُمت کے ایک گروہ سے جو بادشاہوں کی طرح تختوں پر سوار ہوں گے میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لیے خدا سے دعا مانگیں کہ مجھ کو بھی اُن میں سے کرے۔ آپؐ نے فرمایا تو اُنہی میں سے ہے۔ (بخاری عن انسؓ بن مالک) اس پیشین گوئی کا ظہور امیر المومنین عثمانؓ کے عہد میں بوقت فتح ہونے جزیرہ قبرص کے واقع ہوا۔ اُن ایام میں اُمِ حرامؓ عبادہؓ بن صامت کے نکاح میں تھیں۔ اُمِ حرامؓ کہتی ہیں کہ میں نے سُنا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے میری اُمت میں سے ایک لشکر غزوہ دریا کا کریں گے۔ اور اُن سے عمل جنت کا واجب کرنے والا صادر ہوگا۔ اُمِ حرامؓ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کی میں بھی اُن میں سے ہوں یا رسول اللہ۔ آپؐ نے فرمایا تو اُن میں سے ہے۔ بعدہٗ آپؐ نے فرمایا میری اُمت میں سے ایک لشکر غزوہ قیصر کے شہر کا کریں گے اور اُن کو مغفرت دی جائے گی۔ میں نے عرض کی میں اُن میں سے ہوں یا رسول اللہ۔ فرمایا آپؐ نے نہ (بخاری عن عمیر بن الاسود العنسی) حضرت عثمانؓ کے حق میں آپؐ نے فرمایا افتح له یعنی اُس کے لیے دروازہ کھول دے اور اُس کو جنت کی بشارت دے ایک مصیبت پر جو اُس کو پہنچے گی (بخاری و مسلم) ذکر کیا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فتنہ کو۔ پھر حضرت عثمانؓ کے حق میں فرمایا کہ یہ اُس فتنہ میں بحالتِ مظلومی قتل کیا جائے گا۔ (ترمذی) آپؐ نے حضرت عثمانؓ کو فرمایا کہ تو سورہ بقرہ کے پڑھتے ہوئے قتل کیا جائے گا۔ اور تیرے خون کا قطرہ اس آیت پر پڑے گا۔ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (حاکم) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمانؓ کے ساتھ بحالتِ تنہائی ایامِ مرض شریف میں گفتگو فرمائی حضرت عثمانؓ کا چہرہ متغیر ہوا (ابنِ ماجہ) علی کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں کہ میرے ساتھ عہد کیا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ وفات پائے گا تو جب تک امیر نہ کیا جائے گا۔ اور پھر رنگین کی جائے گی یہ یعنی ریش اس کے خون سے یعنی سر کے۔ (احمد) آپؐ نے اُمہات المومنین میں سے ایک کے شان میں فرمایا۔ کیف احدا لکن

احادیثِ خروجِ دجّال

عن المغیرۃ بن شعبۃ قال ما سال احد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الدجال مما سألتہ وانہ قال لی ما یضرک۔ قلت انھم یقولون ان معہ جبل خبز ونھر ماء قال ھو اھون علی اللہ من ذٰلک (بخاری مُسلم)

ترجمہ۔ مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں کہ کسی نے دجال کے بارہ میں مجھ سے بڑھ کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال نہیں کیا۔ اَور آپ نے مجھ کو فرمایا۔ تجھے ضرر نہ دے گا۔ میں نے عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں اُس کے ساتھ روٹیوں کا پہاڑ اَور پانی کی نہر ہوگی۔ فرمایا آپ نے وُہ خدا کے ہاں حقیر تر ہے اس سے یعنی وُہ خُدا کے ہاں اِتنی رفعت اَور منزلت نہیں رکھتا جو اُس کے پاس فِی الواقع روٹیوں کا پہاڑ اَور پانی کی نہر موجُود ہو۔ بلکہ یہ چیزیں محض خیال ناظرین میں دِکھلائی دیں گی۔ اِس میں اِمتحان اَور ابتلا ہوگا۔ مومن اپنے اِیمان پر ثابت رہے گا اَور کافر لغزش کھائے گا۔ اِس کا یہ معنٰے نہیں کہ اس کے پاس یہ چیزیں نہ ہوں گی۔ (مُلّا علی قاری) اِس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ذِکر دجّال کا چرچا صحابہ میں بہت تھا جیسا کہ انھم یقولون سے معلوم ہوتا ہے۔

دُوسرا۔ دجّال کا ایک شخص معیّن ہونا۔ نہ یہ کہ کسی جماعت کا نام ہو۔ ورنہ آپ باوجُود کثرتِ سوال مغیرہؓ کے جس سے مقصُود اس کا غایت توضیح ہے اِس امر کی تشریح سے اعراض نہ فرماتے عن عبداللہ بن عمر ان عمر بن الخطاب انطلق مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الخ عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جماعتِ صحابہ کے ساتھ جس میں عمر بن الخطاب بھی تھے ابنِ صیّاد کی طرف تشریف لے گئے۔ وُہ اُس وقت بنی مغالۃ کے محلّوں کے پاس لڑکوں میں کھیل رہا تھا اَور اُن ایّام میں بلُوغت کے قریب تھا۔ اُس کھیل کی حالت میں آپ کے تشریف لے جانے سے غافل تھا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ مُبارک اُس کی پیٹھ پر مارا۔ اَور فرمایا۔ کیا تُو اِس بات کی شہادت دیتا ہے کہ میں خُدا کا رسُول ہُوں۔ اُس نے دیکھ کر کہا۔ مَیں اِس امر کی شہادت دیتا ہُوں کہ آپ امیّین کے رسُول ہیں (یعنی عرب کے) پھر اِبنِ صیّاد نے کہا۔ کیا تم شہادت میری رسالت پر دیتے ہو۔ پھر آپ نے اُس سے قطع کلام کیا۔ اَور فرمایا اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَبِرَسُوْلِہٖ۔ پھر ابنِ صیّاد سے پُوچھا کیا معلوم ہوتا ہے تجھ کو۔ اُس نے کہا کہ مُجھ کو خبر دینے والا کبھی سچ بولتا ہے کبھی جھُوٹ۔ آپ نے فرمایا تجھ پر سچ اَور جھُوٹ مِل گیا ہے۔ فرمایا آپ نے میں نے تم سے کوئی چیز پوشیدہ کر رکھی ہے۔ آپ نے یہ آیت چھپا رکھی تھی۔ یَوْمَ تَاْتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیْنٍ۔ اُس نے کہا دُخ ہے۔ آپ نے فرمایا اِخْسَأْ۔ دُور ہو تُو (یہ کلمہ عرب زجر اَور کسی کو ڈانٹنے کے وقت بولتے ہیں) ہرگز نہ بڑھے گا تو اپنے قدر سے عمرؓ نے عرض کی کہ یا رسُولَ اللہ آپ مجھ کو اِذن اِس کی گردن مارنے کا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ لڑکا اگر وُہ ہے تو تُو اس پر مسلط نہیں ہو سکتا۔ اَور اگر وُہ نہیں تو اس کے قتل میں تجھ کو کچھ فائدہ نہیں۔

راوی حدیث کا ابنِ عُمر کہتا ہے بعد اس کے تشریف لے گئے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وابی ابن کعب انصاری باغ خُرما میں جس میں ابنِ صیّاد تھا۔ آپ خُرما کے درخت کے پیچھے چھپتے تھے اَور چاہتے تھے کہ ابنِ صیّاد سے کچھ سُنیں قبل اس کے کہ وُہ آپ کو دیکھے۔ اَور وُہ اپنے بستر پر کپڑے میں لیٹا ہوا تھا اَور خفی سی آواز کر رہا تھا۔ ابنِ صیّاد کی والدہ نے آپ کو خُرما کے درخت کے پیچھے چھُپے ہُوئے دیکھ لیا اَور ابنِ صیّاد کو کہا کہ اَے صاف (یہ اُس کا نام تھا) یہ مُحمّدؐ ہیں۔ پھر رُک گیا۔ یعنی اپنی گنگناہٹ سے۔ آپ نے فرمایا۔ کاش کہ! اگر چھوڑ دیتی تُو اس کو